امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے پہلو تہی کا انجام

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((والذي نفسي بيده! لتأمرن بالمعروف وتنهون عن المنكر أوليو شكن الله أن يبعث عليكم عقابامنه ، ثم تدعونه فلايستجاب لكم .))(جامع ترمذی، رقم:۲۱۶۹)

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم کرواور برائی سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر عذاب نازل کردے، پھر تم اس سے دعائیں کروگے مگر وہ قبول نہیں ہوں گی۔“

پانچ خطرناک چیزیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے اللہ سے پناہ مانگی

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

((یا معشر المهاجرین! خمس اذا ابتلیتم بهن، واعوذبالله ان تدرکوهن:(١) لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها، الا فشافیهم الطاعون والاوجاع، التی لم تکن مضت فی اسلافهم الذین مضوا. (٢)ولم ینقصوا المکیال والمیزان الا اخذوا بالسنین وشدة المئونة وجور السلطان علیهم. (٣)ولم یمنعوا زکاة اموالهم الا منعوا القطر من السماء، ولولا البهائم لم یمطروا. (٤)ولم ینقضوا عهد الله وعهد رسوله الا سلط الله علیهم عدوا من غیرهم، فاخذوا بعض مافی ایدیهم. (٥)وما لم تحکم ائمتهم بکتاب الله ویتخیروا مما انزل الله الا جعل الله بأسهم بینهم.))

(سنن ابن ماجه، رقم:٤٠١٩، سلسلة احادیث الصحیحة، رقم:١٠٦، صحیح الترغیب الترهیب، رقم:٧٦٤)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ہیں جب تم ان میں مبتلا کر دیے جاؤ گے (تو اس کے نہایت خطرناک نتائج ہوں گے) اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ:

① ......کسی بھی قوم میں جب بے حیائی عام ہو جائے حتیٰ کہ وہ علانیہ اس کا ارتکاب کرنے لگیں تو اس میں طاعون کی بیماری اور تکلیفیں عام ہو جائیں گی جو اُن کے پیش رو اَسلاف میں کبھی نہ ہوئی ہوں گی۔

② ......اور جو قوم ماپ تول میں کمی کرے تو اُن پر قحط سالی، زندگی میں شدت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔

③ ......اور جو قوم اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتی تو اس سے آسمان سے بارش روک لی جاتی ہے، اگر چوپائے (جانور) نہ ہوں تو کبھی ان پر بارش نازل نہ ہو۔

④ ......اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوموں سے ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

⑤ ......اور جس قوم کے حکمران اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلے نہ کریں اور اللہ کے نازل کردہ احکام سے خیر وسعادت حاصل نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان آپس میں اختلاف اور لڑائیاں ڈال دیتا ہے۔'' (مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

12 جمادی الاولی 1435ھ جمعۃ المبارک 14 تا 20 مارچ 2014ء

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ الاعتصام

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 11 جلد 66

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

یہ میلے ٹھیلے

حافظ احمد شاکر

اسلام کی خوبیوں میں سے بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے بحیثیت دین وقت کی قدر و قیمت کا انسان کو احساس دلایا ہے۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات نے انسان کی راہ نمائی یوں کی کہ ایک طرف بازار کو سب سے بری جگہ قرار دیا، گپیں ہانکنے کو لہو ولعب قرار دیا، گلیوں میں بیٹھنے خصوصاً گلیوں کے کونوں پر مجمع لگانے کو مکروہ جانا اوقات خصوصاً صبح وشام کے اذکار اُمت کو بتائے، مجالس خیر، دینی تعلیم وتعلم اور دروس قرآن وحدیث کی اہمیت وفضیلت بتائی، رات کو جلد سونے اور صبح بلکہ علی الصبح اُٹھنے کے برکات وثمرات سے مسلمانوں کو مطلع کیا۔ یورپی بلکہ غیر اسلامی طرز حیات کی بنیاد ''کام، کام اور کام'' کی بجائے اوقات کار میں نمازیں قائم کرنے یعنی با جماعت نماز کو انسانی زندگی کے معمولات کا حصہ بنانے کے احکامات ارشاد فرمائے۔ آنے جانے کے متعلق......قرآن مجید......میں ہدایات دیں کہ صبح کی نماز سے پہلے نماز ظہر کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد کسی کے ہاں آمد ورفت کا ضابطہ یوں مقرر فرمایا کہ ان اوقات میں گھر کے غلام اور نابالغ افراد بھی خواب گاہوں میں اجازت لیے بغیر داخل نہ ہوں، مہمان جانے کی صورت میں میزبان کے گھر سے باہر......دروازے کی ایک طرف......کھڑے ہو کر سلام کہے، تعارف کرائے اور سلام کا جواب نہ آنے کی صورت میں واپس چلے جانے کا حکم ارشاد فرمایا، بلا مقصد گپیں لگانے کو شریعت نے نہایت مکروہ جانا، اس طرح لطیفے سنا کر یا گڑھ کر لوگوں کے ہنسانے کی وعید بھی بتائی گئی، باقی رہا طبلہ، ساز اور سارنگی کے ذریعے وقت گزارنے ...... جسے تفریح کہا جاتا ہے...... کے متعلق تو تعلیمات نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ میں سخت ترین وعیدوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ فضول اور بے مقصد گفتگو میں بعض دفعہ......شیاطین کی کوششوں سے......دین، اس کے شعائر اور اس کے احکام کی تخفیف وتوہین کا امکان بھی چونکہ غالب رہتا ہے اس لیے قرآن کریم کے متعدد مقامات میں اس پر شدید تنبیہ ہے بلکہ اس طرح کی مجالس سے کنارہ کرنے کا ارشاد بھی فرمایا اور اس مجلس میں شریک ہونے والوں کو ظالم بھی قرار دیا۔ ذیل میں ایک آیت کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

> ''اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں فضول بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں، اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔'' (الانعام: ٦٨)

اس آیت مبارکہ سے بلا مقصد مجلس جما کر بیٹھنے کی حوصلہ شکنی واضح ہے۔

....

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اچھائی و برائی انسانی سرشت میں پیدا کی ہوئی ہے یا یوں کہہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل کو......اچھائی اور برائی......دو راستے بتا دیے ہیں، انسانوں کی راہ نمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرما دیے اور کتب سماویہ نازل فرما دیں اور انسان کو خیر وشر کا اختیار دے کر امتحان میں ڈال دیا ہے، اختیار کی حکمت یہ سمجھ آتی ہے کہ انسان شعوری طور پر زندگی میں خیر کو غالب کر کے اخروی زندگی، جو کہ دائمی زندگی ہے، کو پرسکون بنا کر دائمی مسرت کا حق دار بن جائے۔ اس لیے کہ اسلام کا مقصد ہی انسان کو ابدی راحت وسکون عطا کرنا ہے۔ سلسلہ نبوت نبی ﷺ پر چونکہ ختم ہو چکا ہے اور اسلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا آخری دین ہے اور یہ ایسا دین ہے جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد کے ساتھ حقوقِ مدنیّت یعنی

معاشرتی حقوق کے احکامات ......یعنی پڑوسیوں، بیماروں، مساکین و یتامی، غیر مسلموں وغیرہ......مکمل طور پر موجود ہیں۔اس کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ غیر مسلم طرز حیات میں جو ہر فرد کی الگ الگ یعنی انفرادی زندگی گزارنے کا تصور ہے اس کے مقابلے میں اسلام نے انسان کی اجتماعی زندگی کو اہمیت دے کر اس کے قواعد وضوابط یا اُصول بیان فرما دیے ہیں۔غیر مسلم یا لادین معاشرت میں ہفتہ کے پانچ دن کام، کام اور صرف کام کیا جاتا ہے، باقی دو دن ......حسب توفیق......تفریح کے نام پر آوارگی کی نذر کر دیے جاتے ہیں ہمارے مستغربین ......مغرب کے بھونڈے نقال......کام کرنے میں تو مغرب کی تقلید نہیں کرتے لیکن تفریح کے نام پر ان کے پیچھے چلتے ہوئے آوارگی خوب کرتے ہیں مثال کے طور پر خالص ہندوانہ تہوار بسنت پر موجودہ حکمرانوں کے سابقہ دور میں موسم بہار کی کلغی سجائی گئی تھی، اس کی ہلاکت خیزیوں سے جب زندگیاں بجھنے لگیں اور گھر گھر صف ماتم بچھنے لگی تو ان کو خوفِ......خدا نہیں......خلق خدا سے اس پر پابندی لگانی پڑ گئی تو حکومتی حلقوں میں رسائی پانے والے بعض آوارہ مزاج چاپلوس قسم کے لوگوں کے دلوں میں اس پر اب تک گدگدی ہوتی ہے۔وہ لوگ پابندی پر بے روزگاری کا جذباتی نعرہ لگا کر پابندی ہٹانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ہماری قابل احترام عدلیہ میں ابھی اگلی شرافت کے نمونے چونکہ پائے جاتے ہیں اس لیے عدلیہ اس پابندی کو ابھی تک برقرار رکھے ہوئے ہے لیکن حکمرانوں کی شعبدہ بازیوں یا سیاسی چالوں سے آشنا طبقے کا یہ کہنا ہے کہ حکمران جب عوام سے کیے ہوئے وعدوں کو ایفا نہ کر سکیں تو پھر عوام کی توجہ ہٹانے یا تقسیم کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ایشو کھڑا کر دیتے ہیں جیسے اکیسویں صدی کے سابقہ ادوار حکومت میں جب ''آقا'' کا کوئی ایلچی یا نمائندہ کوئی ''نیا معاملہ'' طے کرنے یا ''ارشاد فرمانے'' کے لیے پاک سرزمین پہ قدم رکھنے یا نازل ہونے کا ارادہ کرتا تو عوام کی توجہ تقسیم کرنے یا ہٹانے کے لیے کسی دھماکے، خودکش یا ڈرون حملے کے دھوئیں میں انھیں الجھا دیا جاتا، یا پھر عوام کو مشغول کرنے کے لیے میلوں ٹھیلوں یا ثقافتی شوز کا سرکاری سرپرستی میں انعقاد شروع کر دیا جاتا ہے جو کہ موجود حکمرانوں کا طریق حکمرانی ہے، غالباً اسی سیاسی حکمت عملی کے تحت موجودہ حکمرانوں نے موسم بہار کا میلہ شروع کیا تھا جو کہ اب تک جاری ہے۔افسوس ناک بات یہ ہے کہ کسی بھی درجے میں ان میلوں کو غیر اسلامی نہیں سمجھا جاتا۔کیوں کہ بعض دینی گروہ جب خود ساختہ دین کے جلوس ڈھول ڈھمکوں سے آراستہ کرتے ہیں تو ان کی دیکھا دیکھی یہ مجالس غیر شرعی کیسے رہ گئیں؟ یہ میلے اگر مردانہ کھیلوں تک محدود رہتے تو شریعت میں ان کی گنجائش نکالی جا سکتی تھی لیکن غیر اسلامی معاشرت سے مرعوب ہو کر ان کھیلوں میں مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کی بے حجابانہ شرکت! اسلام اس کی اجازت قطعاً نہیں دیتا ایسے بھی ان میلوں میں کھیلوں کے علاوہ ساز و آواز،، رقص وسرور، مخلوط محافل اور تھیٹر کے نام سے غیر شریفانہ ڈراموں کا انعقاد! یہ وہی مجالس، محافل ہیں جنھیں قرآن حکیم لہو ولعب قرار دیتا ہے ملاحظہ فرمائیں قرآن کریم کی صرف ایک آیت:

''اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور دل لگی بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور اس کے ساتھ نصیحت کر کہ کہیں کوئی جان اس کے بدلے ہلاکت میں (نہ) ڈال دی جائے جو اس نے کمایا۔'' (۷۰:۶)

ہر سیاسی جماعت نے مذہبی ونگ (شعبہ) بنایا ہوتا ہے، حکمرانوں کی دین کی طرف راہ نمائی کرنا اور ان کو دین کے دائرے میں محدود رکھنے کی ذمہ داری انھی لوگوں پر ہوتی ہے جو حکومتوں اور حکمرانوں سے منسلک ہوتے ہیں۔اس ونگ کو چاہیے کہ حکمرانوں کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرنے کی کوشش کریں بلکہ اُن کو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ واضح کریں کہ زلزلے، سیلاب، قحط اور باہمی قتل و غارت کا سبب کہیں ہمارے یہی اعمال تو نہیں؟

میاں برادران عوام کی فلاح و بہبود، غرباء کے علاج معالجہ اور خیر و فلاح کے جو کام سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل صد تحسین ہیں، لیکن وہ دل کی گہرائیوں سے غور فرمائیں کہ ان میلوں، ٹھیلوں اور کلچر شوز کی سرپرستی فحش کا کہیں وہی پھیلانا اور اشاعت تو نہیں جس کی سورۂ نور میں سخت وعید ہے؟

درس قرآن **قسط نمبر ۴۴**

تفسیر سورة الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ”جب وہ اپنے رب کے پاس آیا بے روگ دل لے کر۔“ یعنی اس نے اپنے دل کو اللہ کے لیے خالص کرلیا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں خالص دل کا تحفہ پیش کیا۔

”قلب“ کے معنی ہیں پھیرنا، الٹا کرنا۔ اسی سے ”قلب الثوب“ (کپڑا اُلٹا کرنا) ہے۔ اسی سے ”انقلاب“ ہے جس کے معنی پھر جانے، تبدیل ہوجانے کے ہیں۔ انسان کے دل کو ”قلب“ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ جسم میں الٹا لٹکا ہوا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ وہ کثرت سے الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔

دل کی اسی تبدیلی اور اس کے الٹ پلٹ ہونے کے بارے میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مثل القلب كريشة بأرض فلاة تقلبها الرياح ظهرا لبطن.)) (شرح السنة:١/ ١٦٤، ابن ماجه:٨٨، احمد:٤/ ٤٠٨، ٤١٩ وغيره)

”دل کی مثال پَر کے مانند ہے جو میدان میں پڑا ہے، ہوائیں اسے پیٹھ سے پیٹ کی طرف (اوپر نیچے) پھیرتی ہیں۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

((لقلب ابن آدم اشد انقلابا من القدر إذا اجتمعت غليانا.))

(مسند أحمد:٦/ ٤، الصحيحة :١٧٧٢ وغيره)

”آدم کے بیٹے کا دل ہنڈیا سے زیادہ منقلب ہوتا ہے جب وہ بھری ہوئی جوش مارتی ہے۔“

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آدم کے بیٹے کے دل کی مثال چڑیا کی طرح ہے، یہ دن میں سات بار بدلتا ہے۔

(مستدرک:۴/ ۳۰۷، ۳۰۹، شعب الایمان:۱/ ۴۷۴، الضعیفة:۳۱۸۶)

رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھتے تھے۔

((يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينك.))(ترمذي، رقم: ٢١٤٠، ٣٥٢٢)

”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“

یہ حدیث حضرت انس، جابر، عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا آپ ﷺ بھی کوئی خوف محسوس کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”دل رحمان کی دو انگلیوں کے مابین ہے، جسے وہ جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔“

بلکہ ترمذی میں ہے کہ شہر بن حوشب نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: جب نبی ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے ہیں تو اکثر کیا دعا پڑھتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نبی ﷺ اکثر یہ دعا پڑھتے ہیں: ((يامقلب القلوب...... الخ.))

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ”راسخون في العلم“ کی یہ دعا ذکر فرمائی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [آل عمران:٨]

”اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر، اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی، ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا

فرما، بے شک تُو ہی بے حد عطا کرنے والا ہے۔''

دل کی یہ تبدیلی اور کیفیت ہر بندۂ مومن اپنی عبدیت کی بنا پر محسوس کرتا ہے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمارے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔

''سلیم'' یہ ''السَلم و السلامة'' سے ہے، جس کے معنی ہیں ظاہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنا۔ یعنی ان کا دل ہر گناہ سے پاک اور صاف تھا۔ شرک سے، شک سے، حسد و کینہ سے، دھوکا و فریب سے، تکبر و نخوت سے حتیٰ کہ بری نیت سے بھی پاک و صاف۔ اور دنیوی الائشوں سے بھی پاک، نہ حبِ مال، نہ حبِ جاہ، نہ حبِ آل و اَولاد۔ بس اسی کی محبت، اسی کا خوف اور ڈر دل میں رچا بسا ہو۔ حافظ ابن رجب نے فرمایا ہے کہ دل کی اصلاح و درستی تبھی ہو سکتی جب اس کا معبود صرف اللہ ہی ہو، اسی کی معرفت، اسی سے محبت اور اسی کا خوف ہو۔ اللہ کے علاوہ اگر کوئی اور الٰہ ہوتا تو زمین و آسمان میں فساد رونما ہو چکا ہوتا:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾[الأنبياء:٢٢]

''اگر ان (زمین و آسمان) دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔''

اس لیے عالم علوی اور عالم سفلی کی اصلاح اسی میں پنہاں ہے کہ اس میں بسنے والوں کے تمام اعمال و حرکات اللہ کے لیے ہوں۔ جسم کی حرکات دل کی حرکت و ارادہ سے ہے۔ اگر دل کی حرکات اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے لیے ہوں تو جسم کے تمام اعمال درست ہوں گے، اگر دل کی حرکات غیر اللہ کے لیے ہوں تو جسم کے اعمال فاسد اور نادرست ہوں گے۔ (جامع العلوم والحکم)

تقریبا یہی بات ذرا تفصیل سے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''الداء والدواء'' (ص: ۲۹۵، ۲۹۶) میں ایک اور اسلوب میں فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله ، واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب .))

(بخاری: ٥٢، مسلم : ١٥٩٩)

''خبردار بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہے اور جب وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے، خبردار! یہ دل ہے۔''

یا یوں سمجھیے کہ دل بہ منزل بادشاہ کے ہے اور جسم کے باقی اعضاء اس کا لاؤلشکر ہے۔ یہ لشکر اپنے بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے احکام کی تنفیذ کرتا ہے کسی قسم کی مخالفت نہیں کرتا۔ اگر بادشاہ صحیح ہوگا تو اس کا لشکر بھی صحیح ہوگا اگر بادشاہ ہی غلط اور فسادی ہوگا تو اس کا لشکر بھی فسادی ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے:

" القلب ملك وله جنود ، فاذا صلح الملك صلحت جنوده ، واذا فسد الملك فسدت جنوده . "(شعب الایمان :١/ ١٣٢)

''دل بادشاہ ہے اور اس کا ایک لشکر ہے۔ جب بادشاہ درست ہوگا تو اس کا لشکر بھی درست ہوگا اور اگر بادشاہ برا ہوگا تو اس کا لشکر بھی برا ہوگا۔''

بلکہ دل کے بگاڑ سے اعضائے جسم ہی نہیں بگڑتے سارا جہاں بگڑ جاتا ہے۔ اگر دل میں شرک، بدعت، حسد و بغض، تکبر و عناد، حُبِ مال اور حُبِ جاہ کے بت سمائے ہوں تو توحید، سنت، محبت و پیار، عاجزی و انکساری، خیر خواہی اور قربانی، امانت و دیانت کے پھول نہیں کھلیں گے۔ بلکہ دنگا و فساد، قتل و غارت گری، لوٹ مار، کرپشن، بددیانتی، ملاوٹ، دھوکا و فریب، چوری اور لوٹ مار کی گرم بازاری ہوگی۔

اس لیے اصل اصلاح کی ضرورت دل کی ہے۔ فساد اور بگاڑ کی جڑ دل ہے یہ درست ہو تو سارے معاملات درست ہو جاتے ہیں، دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی۔ جسم میں فاسد مادہ سرایت کر جانے کے نتیجے میں کھجلی یا زخم یا پھوڑے پھنسیاں ہو جائیں تو اس کا علاج مرہم

پٹی سے نہیں منضج دے کر فاسد مادہ خارج کر دینے سے ہوگا۔ یہی معاملہ دل کا ہے یہ اگر شرک، کبر ونخوت، حسد وبغض اور حُب مال وحُبِ جاہ سے اٹا پڑا ہو تو کبھی توحید کی بہار نہیں آئے گی، معاشرے میں کبھی امانت، دیانت، شرافت، اخوت ومودت پروان نہیں چڑھے گی۔ جب تک دل کو ان آلودگیوں سے صاف نہ کیا جائے کبھی صالح معاشرہ قائم نہیں ہوسکتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبه، ولا یستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه.))

(مسند احمد: ۳/ ۱۹۸)

''بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو جائے۔ اور اس کا دل تب تک درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو جائے۔''

حافظ ابن رجب نے فرمایا ہے کہ ''ایمان'' سے مراد یہاں نیک اعمال ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نماز کو ایمان قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾[البقرة: ۱۴۲]

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کردے۔''

اس لیے تمام نیک اعمال تبھی درست ہوں گے جب دل اللہ کی محبت واطاعت سے معمور ہو اور اس کی نافرمانی سے خائف ہو۔

رہی دل کی درستی تو اس کا مظہر زبان ہے۔ کیوں کہ زبان دل کی ترجمان ہے۔ کسی کے بولنے سے پتا چل جاتا ہے کہ اس کے نہاں خانہ قلب میں کیا ہے۔ دل کی یہی اہمیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی بیان ہوئی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((ان اللّٰه لا ینظر الی صورکم ولا الی اموالکم ولکن اللّٰه یری الی ما فی قلوبکم واعمالکم.)) (مسلم: ۲۵۶۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں کو اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔''

کہ عمل کیسا ہے؟ میرے نبی کی سنت کے مطابق ہے؟ اور یہ عمل اخلاص پر مبنی ہے یا نہیں؟

انھی دونوں کے بارے میں حکم فرمایا گیا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾[الکهف: ۱۱۰]

''پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾[البینة: ۵]

''اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکات دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے اسی اخلاص اور ان کی للّٰہیت کی گواہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے دی ہے کہ ان کا دل تمام آلودگیوں سے پاک صاف تھا۔ اس میں صرف میری محبت رچی بسی تھی۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

"قلبه للرحمان، ماله للضیفان، ولده للقربان، و جسده للنیران.))

''ان کا دل اللہ کے لیے، ان کا مال مہمانوں کے لیے، ان کا بیٹا قربانی کے لیے اور ان کا جسم آگ کے لیے۔''

یہ سب کچھ اللہ کی رضا میں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں ایک جملہ یہ بھی تھا:

﴿وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝﴾

[الشعراء: ٨٧-٨٩]

''اور مجھے رسوا نہ کر جس دن لوگ اُٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے۔ مگر جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیسا مقام و مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی بتلا دیا کہ میرا ابراہیم میرے پاس قلب سلیم لے کر آیا۔



ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین وحضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کردیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (مینیجر)

درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد
حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: نزول عيسى بن مريم حق لقول الله تعالى:
﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾[الزخرف: ٦١]

و قوله تعالى:
﴿وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا o بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا o وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا o﴾[النساء: ١٥٧-١٥٩]

٣٦: عن ابى هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((والذى نفسى بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله أحد، حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها.)) ثم يقول ابوهريرة رضي الله عنه: واقرؤا إن شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا o﴾ (صحيح بخارى، رقم: ٣٤٤٨، صحيح مسلم، رقم: ١٥٥)

نزولِ عیسیٰ بن مریم برحق ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:
''اور یقیناً (عیسیٰ) قیامت کی علامت ہے پس تم (قیامت) کے بارے میں شک نہ کرو اور میری تابع داری کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔''

نیز فرمان ربانی ہے:
''اوران کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ اُنھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں۔ اور اُنھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اُٹھالیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب کمال حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔''

۳۶: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جلد ہی تم میں عیسیٰ بن مریم ایک عادل حاکم کی حیثیت سے

اتریں گے، وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے، نیز تب مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔'' یہ بیان کرنے کے بعد جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔'' (سورت نساء:۱۵۹)''

فوائد:

۱: عقیدہ نزول مسیح ہی برحق ہے۔

۲: پہلی آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین سے مروی ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا۔ ترجمان القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر مروی ہے، ملاحظہ فرمائیے: (مسند احمد :۳/۳۲۹، ابن حبان: ۱۵/ ۴۸، طبری: ۲۵/ ۵۴، حاکم: ۴۴۸۱)

۳: اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یہودی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو قتل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

۴: نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اُٹھا لیا، نیز متواتر احادیث نبویہ سے بھی یہی ثابت ہے۔

۵: نزول مسیح کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف تھا کہ قرب قیامت ان کا نزول ہوگا اور یہی موقف برحق ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں ان کا نزول ہوگا اور دجال اور تمام غیر مسلموں کا وہ خاتمہ کریں گے۔ یاجوج و ماجوج کا خروج بھی ان کی موجودگی میں ہوگا، بالآخر آپ علیہ السلام کی بددُعا سے ان کی ہلاکت ہوگی۔



مقالات علمیہ

قسط نمبر ①

جادو کی حقیقت؛ اثرات اور علاج

مولانا عبدالرزاق شار، چنیوٹ

تعریف:

لفظاً ''سِحر'' (''س'' کے کسرہ کے ساتھ)، یعنی امر خفی، ہر ایسے اثر کو کہتے ہیں جس کا سبب ظاہر نہ ہو۔ (قاموس)

خواہ وہ چیز معنوی ہو جیسے خاص خاص کلمات کا اثر، یا محسوس چیزوں کا اثر جیسے جنات، شیاطین یا مسمریزم میں قوت خیالیہ کا اثر، یا محسوسات مگر وہ محسوسات مخفی ہوں جیسے مقناطیس کی کشش جب کہ مقناطیس نظروں سے اوجھل ہو، یا دواؤں کا اثر جب کہ وہ دوائیں مخفی ہوں یا نجوم اور سیارات کا اثر، وغیرہ۔

اور ''سَحر'' (''س'' کے فتحہ کے ساتھ) صبح کو کہتے ہیں، اس لیے کہ روشنی ابھی اچھی طرح واضح نہیں ہوتی، پردۂ خفا میں ہوتی ہے۔

اصطلاحاً اور عرفاً ان چیزوں کو جادو کہا جاتا ہے جن کا سبب پوشیدہ ہو اور اصل حقیقت کے خلاف ہو مثلاً وہ کام جن میں جنات اور شیاطین کا عمل دخل ہو، مسمریزم، کچھ خاص وظائف یا کسی خاص حرف یا کلمے کو خاص انداز میں خاص جگہ پر متعین تعداد میں پڑھنے یا لکھنے کے اثرات، وغیرہ۔

مختصر الفاظ میں ''سِحر'' ہر ایسے عجیب کام کو کہتے ہیں جس میں شیاطین و جنات کو خوش کر کے ان سے مدد حاصل کی جائے۔ یا پوشیدہ انداز میں ایسا منتر پڑھنا جس سے کسی چیز کی حقیقت بدل جائے۔

شیطان کو راضی کرنے کے مختلف انداز ہیں، مثلاً: کفر و شرک پر مبنی منتر پڑھنا، کواکب و نجوم کی عبادت کرنا، شیاطین کے پسندیدہ کام انجام دینا (مثلاً: کسی کو ناحق قتل کرنا، گندگی اور نجاست کی حالت میں رہنا، خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا، وغیرہ۔)

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((ان من البیان لسحرا.)) (صحیح بخاری)

''کچھ بیان جادو (اثر) ہوتے ہیں۔''

اس کی دو تعبیریں ہیں: ایک بطور مدح اور دوسری بطور مذمت کہ جھوٹ اور غلط بیانی ایسے انداز سے کی جائے کہ حق چھپ جائے اور جھوٹ، سچ معلوم ہونے لگے۔ جادوگر بھی خفیہ طریقے سے ایسی شعبدہ بازی کرتا ہے جس سے حقیقت کے خلاف واقعہ رونما ہوتا۔

معجزہ اور جادو میں فرق:

کیوں کہ معجزہ بھی خرق عادت واقع ہوتا ہے اور جادو میں بھی کچھ عجیب اور حیران کن کام سرزد ہوتے ہیں، لہٰذا دونوں میں فرق کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

یہ بحث ہمیشہ سے معرکہ آرا رہی ہے کہ سحر اور معجزہ میں کیا فرق ہے؟ عام آدمی یہ کیسے اندازہ لگائے کہ یہ نبی و پیغمبر کا معجزہ ہے یا ساحر کا سحر (جادو) ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیلی معلومات کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''النبوات'' اور شیخ محمد سفارینی کی ''شرح عقیدہ سفارینی'' بالخصوص قابل مطالعہ ہیں۔

البتہ یہاں ایک آسان دلیل پیش خدمت جس سے معجزے اور جادو میں فرق بہ خوبی کیا جا سکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

معجزہ دراصل براہ راست خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو بغیر اسباب کے ایک صادق کی صداقت کے لیے وجود میں آتا ہے، وہ کسی اُصول و قانون پر مبنی نہیں ہوتا کہ اسے ایک فن کی طرح سیکھا جا سکے اور نبی ہر

وقت اس کے دکھانے پر بھی قادر نہیں ہوتا، تاوقت کہ مخالفین کو بطور چیلنج اس کو دکھانے کی ضرورت پیش آئے، چنانچہ جب وہ اہم وقت آتا ہے تو نبی خدا سے رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو کر دکھانے کی قوت عطا ہو جاتی ہے۔

بہ خلاف سحر اور جادو کے کہ وہ ایک ''فن'' ہے جس کو اس کے اُصول و قانون کی پابندی اور رعایت رکھتے ہوئے ہر فن دان ساحر ہر وقت کام میں لاسکتا ہے۔ اس کے اسباب اگرچہ عام نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں، لیکن ان سے واقفانِ فن پوری طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ دوسرے علوم وفنون کی طرح مدّون اور مرتب فن کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے جس کو مصریوں، چینیوں اور ہندوؤں نے بہت فروغ دیا اور اس کو حدکمال تک پہنچا دیا۔

یہ مسئلہ زیر بحث کی عملی حیثیت ہے جس سے معجزہ اور جادو کی حدود قطعاً جدا اور ممتاز ہو جاتی ہیں۔ رہا حس اور مشاہدہ کا معاملہ تو معجزہ اور جادو میں یہ فرق ہے کہ ساحر کی عام زندگی خوف و دہشت، ایذا رسانی، گندگی اور بد عملی سے وابستہ ہوتی ہے اور لوگ اس نظر سے ساحر سے خوف کھاتے ہیں یا اس کے سامنے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ بخلاف نبی اور رسول کے، اس کی تمام زندگی صداقت، خلوص، مخلوق خدا کی ہمدردی وغم گساری اور تقویٰ وطہارت سے عبارت ہوتی ہے اور اس کا کردار بے داغ اور صاف ہوتا ہے، وہ معجزہ کو پیشہ نہیں بناتا بلکہ خاص اور اہم موقع پر صداقت اور حق کی حمایت میں اس کا مظاہرہ کرتا ہے اور وہ ایسے وقت میں معجزہ دکھاتا ہے جب دشمن بھی اس کی عصمت وصداقت اور کیرکٹر کی پاکیزگی کے پہلے ہی سے معترف ہوتے ہیں مگر اس کی دعوت کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور پھر اس سے معجزہ کے طالب ہوتے ہیں، نیز اگر سحر اور معجزہ کا مقابلہ آن پڑے تو معجزہ غالب رہے گا اور بڑے سے بڑا جادوگر بھی مغلوب اور عاجز نظر آئے گا۔ اور اس کا اُلٹ محال اور ناممکن ہے، چنانچہ ساحرین اور انبیاء ورسل علیہم السلام کے مقابلے کی تاریخ اس کی شاہد ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ، وغیرہ۔

جادو کی حقیقت:

''سحر'' کی کچھ حقیقت بھی ہے یا وہ محض نظر کا دھوکا اور بے حقیقت چیز ہے؟ اس کے متعلق جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے اور ضرر رَساں اثرات رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور مصلحت کاملہ کے پیش نظر اس میں اس طرح مضر اثرات رکھ دیے ہیں جس طرح زہر یا دیگر اشیاء میں اثر پذیری ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جادو قدرت الٰہی سے بے نیاز ہو کر (العیاذ باللہ) خود مؤثر بالذات ہے۔ ایسا عقیدہ خالصتاً کفریہ عقیدہ ہے۔

امام ابوحنیفہ، ابوبکر جصاص (صاحب احکام القرآن)، ابواسحاق اسفرائنی، امام شافعی، علامہ ابن حزم ظاہری اور معتزلہ کا موقف ہے کہ سحر کی حقیقت شعبدہ، نظر بندی اور فریب خیال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، بلاشبہ وہ ایک باطل اور بے حقیقت چیز ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''جب سحر کو کسی قید کے بغیر استعمال کیا جائے تو وہ ایک ایسے امر کا نام ہے جو محض دھوکا اور باطل ہو جس کی اس سے زیادہ نہ کوئی حقیقت ہو اور نہ اس کو ثبات حاصل ہو۔''

(احکام القرآن: ۱/ ۴۸)

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''اور وزیر ابومظفر یحییٰ بن ہبیرہ بن محمد بن ہبیرہ نے اپنی کتاب ''الاشراف فی مذھب الاشراف'' میں ایک باب سحر کے متعلق باندھا ہے۔ اس میں اُنھوں نے بیان کیا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سحر کی بھی دوسرے حقائق کی طرح حقیقت ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ قطعاً بے حقیقت چیز ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۴۷)

اور ابوعبداللہ قرطبی کہتے ہیں:

''ہمارے نزدیک جادو حقیقی اور واقعی چیز ہے، اللہ اس کے ذریعے جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ مگر معتزلہ اور شوافع میں سے ابواسحاق اسفرائنی اس قول کے مخالف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سحر محض فریب نظر اور خیال بندی کا کام ہے۔''
(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۴۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

''جادو کے متعلق اختلاف ہے، بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ فقط تخیل کا نام ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ ابوجعفر شافعی استر باذی، ابوبکر رازی حنفی اور ابن حزم ظاہری اور ایک جماعت کا خیال ہے۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ سحر کی حقیقت ہے اور جمہور اس پر یقین رکھتے ہیں اور عام علماء کا مسلک یہی ہے۔''
(فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۲)

جو علماء سحر کو حقیقت تسلیم کرتے ہیں، ان میں اس بات پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جادو میں یہ تاثیر بخشی ہے کہ وہ حقائق اور ماہیات میں بھی انقلاب کر دے یا یہ ضرر رَساں اشیاء کی طرح صرف نقصان دہ ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس کے اثر سے انسان گھوڑے میں تبدیل ہو جائے یا گدھا انسان بن جائے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس کے اندر انقلابِ ماہیت کی تاثیر بھی ہے جب کہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس میں ایسی تاثیر قطعاً نہیں اور ''سحر'' کے ذریعے کسی بھی ماہیت کا انقلاب نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے مظاہرے پر وہ محض نظر بندی اور قوت متخیلہ کی شعبدہ بازی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ حافظ ابن حجر اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''لیکن محل نزاع یہ امر ہے کہ سحر سے ذات کا انقلاب ہو جاتا ہے یا نہیں، پس جس نے یہ کہا کہ یہ محض تخیل کا نام ہے تو وہ انقلاب سے انکاری ہیں۔ اور جو سحر کو حقیقت مانتے ہیں وہ اس بارے میں مختلف الرائے ہیں، آیا سحر کی تاثیر اس حد تک ہے کہ مزاج میں اس قسم کے تغیرات پیدا کر دے جس طرح امراض میں ہوتا ہے اور اس طرح وہ بھی ایک مرض شمار ہو یا اس کی تاثیر اس سے زیادہ ہے کہ ایک چیز کی حقیقت ہی کو بدل ڈالے، مثلاً: جمادات کو حیوان بنا ڈالے یا اس کا اُلٹ کر دے۔ جمہور پہلی بات کے قائل ہیں اور چند لوگ دوسری بات کے۔'' (فتح الباری: ۱/ ۱۸۴)

ان حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ جادو صرف تخیل کا نام نہیں بلکہ جادو کی تاثیر ہے مگر یہ کسی چیز کی ماہیت کو نہیں بدلتا، چنانچہ فرعونی جادو محض تخیل تھا۔

جادو کی اقسام:

امام ابوعبداللہ رازی ؒ نے جادو کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں:

۱: ایک جادو ستارہ پرست فرقے کا ہے۔ وہ سات ستاروں کی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں کہ بھلائی برائی انھی کے باعث ہوتی ہے۔
۲: قوی نفس اور قوت واہمہ والے لوگوں کا جادو۔ وہم اور خیال کو بڑا اثر ہوتا ہے۔
۳: ارضی روحوں سے امداد اور استعانت۔
۴: خیالات کا بدل دینا اور آنکھوں پر پردہ ڈال دینا۔ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کے جادوگروں کا جادو بھی اس قسم کا تھا۔
۵: بعض چیزوں کو ترکیب دے کر کسی عجیب کام کا ظہور کرنا۔
۶: بعض دواؤں کے مخفی خواص معلوم کر کے انھیں کام میں لانا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بعض ادویہ میں عجیب عجیب خاصیتیں ہیں۔ اکثر صوفی انھی حیلہ سازیوں سے مکروفریب دکھاتے ہیں۔
۷: دل پر ایک خاص قسم کا اثر ڈال کر اس سے جو چاہے منوا لے، مثلاً: اسے کہے مجھے اسم اعظم آتا ہے یا جنات میرے قبضے میں ہیں، اس طرح سے ڈر اور خوف دل میں پیدا کر کے مدمقابل کو مسخر کرنا۔
۸: چغلی کرنا، جھوٹ سچ ملا کر کسی کے دل میں اپنا گھر کر لینا اور خفیہ چالوں سے اسے گرویدہ کر لینا۔ یہ چغل خوری اگر لوگوں کو

بھڑکانے، بدکانے اوران کے درمیان عداوت ڈالنے کے لیے ہوتو شرعاً حرام ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ آٹھ قسمیں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''یادرہے کہ امام رازی رحمہ اللہ نے جادو کی جو یہ آٹھ قسمیں کی ہیں یہ صرف باعتبار لفظ کے ہیں کیوں کہ عربی زبان میں جادو (سحر) ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو بہت لطیف اور باریک ہو اور ظاہر میں انسان کی نگاہوں سے اس کے اسباب پوشیدہ رہ جائیں اسی لیے ایک حدیث میں ہے کہ بعض بیان بھی جادو ہوتا ہے۔ اوراسی لیے صبح کے اوّل وقت کو بھی ''سحور'' کہتے ہیں کہ وہ مخفی ہوتا ہے اوراس رگ کو بھی ''سحر'' کہتے ہیں جو غذا کی نالی ہے، ابوجہل نے بدر کے دن یہی کہا تھا کہ اس کی سحر یعنی رگِ طعام خوف کے مارے پھول گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ''سحر ونحر'' میں فوت ہوئے۔ نحر سے مراد سینہ اور سحر سے مراد رگ طعام ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر :۱/۱۵۵)

اسی طرح امام راغب اصفہانی نے بھی ''مفردات'' میں جادو کی کچھ اقسام کا تذکرہ کیا ہے مگر حقیقت وہ ہی ہے جو حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔

جادو اور دین:

سحر اور جادو کی حقیقت اور تردید میں قرآن اور حدیث کیا راہنمائی کرتے ہیں؟ اس کا جائزہ مختصراً درج ذیل ہے:

❁.....قرآن حکیم نے سورۃ البقرۃ (آیت:۱۰۲) میں تفصیلاً جادو سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہودیوں کی باتیں غلط ہیں کہ جناب سلیمان علیہ السلام کی حکومت جادو کے بل بوتے پر چلتی ہے۔ ایسی بات نہیں ہے، سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے سچے نبی تھے۔

❁.....''سورۃ الفلق'' میں فرمایا:

﴿مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۝﴾[الفلق:٤]

''(میں پناہ مانگتا ہوں) گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔''

❁.....﴿سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ﴾[الاعراف:١١٦]

''انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا۔''

❁.....﴿يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾[طٰه:٦٦]

''(جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں) اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔''

❁.....﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ۝تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝﴾

[الشعراء: ٢٢١، ٢٢٢]

''کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گناہ گار پر اُترتے ہیں۔''

❁......نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں سحر کی تردید فرمائی ہے:

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ:((اجتنبوا السبع الموبقات.)) قالوا يا رسول الله ﷺ!وما هن؟قال:((الشرك بالله، والسحر، و قتل النفس التى حرم الله الا بالحق، واكل الربى، واكل مال اليتيم، والتولى يوم الزحف، وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات.))"

(صحیح بخاری مع فتح الباری:١٠/ ١٨٣)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا ہیں؟

(باقی صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

تحقیق وتدقیق

حدیث ثقلین کا مفہوم

مولانا حافظ شبیر صدیق (ریسرچ فیلو دارالسلام، لاہور)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ یہودیوں کے کل بہتر (۷۲) فرقے بنے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تہتر (۷۳) فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ حق پر ہوگا اور باقی سب صراط مستقیم سے بھٹک جائیں گے۔

جو فرقہ ہمیشہ راہِ حق پر قائم رہے گا اس کی نشان دہی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''راہ حق پر چلنے والے لوگ وہ ہوں گے جو میرے راستے پر اور میرے صحابہ کرام کے راستے پر چلنے والے ہوں گے۔'' (جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۴۱)

اس حدیث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ بہتر فرقے مسلمانوں ہی میں سے ہوں گے مگر صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہوں گے۔ وہ قرآن وحدیث کو ماننے کا اقرار تو کرتے ہوں گے مگر ان سے معنی اور مفہوم اپنی مرضی کا تراشتے ہوں گے۔ زیر نظر مضمون میں ہمارا مقصد اُن فرقوں سے متعلق بحث کرنا نہیں بلکہ ایک حدیث کی وضاحت کرنا مقصود ہے جس سے بعض لوگ اپنی مرضی کا معنی ومفہوم لے کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس سے متعلق بحث کریں گے۔

حدیث ثقلین:

رسول اللہ ﷺ نے غدیرِ خُم کے مقام پر صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

((انا تارك فيكم ثقلين: اولهما كتاب الله، فيه الهدي والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به.)) فحث على كتاب الله ورغب فيه. ثم قال:((واهل بيتي، اذكركم الله في اهل بيتي، اذكركم الله في اهل بيتي، اذكركم الله في اهل بيتي.))(صحيح مسلم، رقم: ٢٤٠٨)

''میں تم میں دو ثقل چھوڑے جا رہا ہوں: ان میں سے پہلا ثقل اللہ کی کتاب ہے۔ اس ثقل میں ہدایت اور نور ہے پس تم کتاب اللہ کو پکڑ لو اور اس کے ساتھ مضبوطی اختیار کرو۔'' رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کے حوالے سے لوگوں کو ابھارا اور ترغیب دلائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور (دوسرا ثقل) میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔'' (یعنی اللہ سے ڈراتا ہوں)

ایک دوسری روایت میں کتاب اللہ کے ساتھ ((عترتي)) کے الفاظ ہیں۔ (مسند احمد: ۱۴/۳) اس سے مراد بھی اہل بیت ہی ہیں۔

ایک غلط استدلال:

اس حدیث سے بعض لوگ ایک غلط استدلال کرتے ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ ان کے تمام مذہب کی بنیاد اس حدیث کا دوسرا حصہ ہے۔ اگر ان کے مذہب سے اہل بیت کا ذکر نکال دیا جائے تو ان کی پوری مذہبی عمارت زمین بوس ہو جائے۔ ان حضرات کا اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کو مضبوطی سے

تھامنے کا حکم ہے اسی طرح اہل بیت کی اتباع بھی لازمی ہے۔اہل بیت کا کوئی بھی شخص جو بھی بات کہے اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔اس حدیث کی آڑ میں وہ سادہ لوح عوام میں اپنے نظریات پھیلا کر انھیں اپنا مذہب اختیار کرنے کی رغبت دلاتے ہیں۔ علم حدیث میں فہم وفراست نہ رکھنے والے افراد اُن کے اس حملے کا شکار ہوجاتے ہیں اور اپنی دنیا وآخرت برباد کر بیٹھتے ہیں۔

غلط استدلال کا رد:

مذکورہ حدیث سے ان حضرات نے جو استدلال کیا ہے وہ شرعی نصوص کے خلاف ہے۔ جب ہم اس حدیث کے مختلف طرق دیکھتے ہیں اور حدیث کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو بات بالکل واضح ہوجاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے تمسک کا لفظ کتاب اللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اہل بیت کے بارے میں صرف ان کی عزت وتوقیر اور ان کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کی ہے۔

اس بات کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ کے ساتھ اپنی سنت کا ذکر فرمایا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((تركت فيكم امرين لن تضلوا ماتمسكتم بهما: كتاب الله وسنة نبيه .))

(موطأ امام مالك: ۲/ ۸۹۹)

’’میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک تم انھیں تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے، وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت ہے۔‘‘

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ گروہ حدیث کے اس جملے کو پکڑ کر تو بڑا ڈھنڈورا پیٹتا ہے کہ اہل بیت کی اطاعت کرنا بھی قرآن کریم کی اطاعت ہی کی طرح ضروری ہے۔مگروہ اس حدیث کو پس پشت ڈال دیتا ہے جس میں خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنے کا حکم ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين .))(سنن ابن ماجه، رقم: ٤٢)

’’(فتنوں کے دور میں) تم میرے اور میرے صحابہ کرام کے طریقے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔‘‘

یہ بات بھی یاد رہے کہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنے کے بارے محدثین علمائے کرام کا منہج یہ ہے کہ ان کی اتباع صرف اسی معاملے میں کی جائے گی جو نبی ﷺ کی سنت کی مطابقت میں ہوگا یا پھر آپ ﷺ کی سنت کی مخالفت میں نہیں ہوگا۔اسی طرح اہل بیت کی اطاعت بھی اسی منہج کے مطابق کی جائے گی۔البتہ ہمارا اس حدیث کو یہاں بیان کرنے کا مقصد ان حضرات کو یاد دہانی کرانا ہے کہ اگر ہر معاملے میں اہل بیت کی اطاعت واجب ہے تو پھر خلفائے راشدین کی اطاعت تو بالاولیٰ واجب ہے، اس لیے کہ خلفائے راشدین کے ذکر کے ساتھ تو رسول اللہ ﷺ نے سنت کا لفظ بھی ذکر کیا ہے جو اہل بیت کے ذکر کے ساتھ منقول نہیں ہے۔اس لیے ان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ خلفائے راشدین کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے کے بجائے ان کی عزت وتوقیر کریں اور ان کے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں۔

امام مناوی رحمہ اللہ حدیث کے الفاظ ((عِترتي)) کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ کی ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اگر تم کتاب اللہ کے اوامر کی پیروی کرو، اس کی نواہی سے اجتناب کرو اور میرے اہل بیت کے طریقے سے راہ نمائی لو اور ان کی سیرت کی اقتدا کرو تو تم ہدایت پا جاؤ گے اور گمراہ نہیں ہوگے۔‘‘ (فیض القدیر: ۱۱/ ۳۶)

یعنی اوامر ونواہی میں اطاعت صرف کتاب اللہ کی ہے۔اہل بیت کے طریقے سے صرف گائڈ لائن لی جائے گی تاکہ ٹھیک طرح کتاب و

سنت کا فہم حاصل ہو سکے، واللہ اعلم۔

لفظ ''عِترتی'' سے مراد تمام اہل بیت ہیں؟

اس سلسلے میں اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ لفظ ''عِترتي'' سے مراد کون لوگ ہیں۔ ائمہ محدثین نے اس حوالے سے جو وضاحت کی ہے وہ درج ذیل ہے:

امام حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عِترتي سے مراد باعمل علماء ہیں، اس لیے کہ وہ قرآن سے جدائی اختیار نہیں کرتے۔ باقی رہے وہ لوگ جو جاہل ہیں یا علمائے سوء تو وہ اس مقامِ فضلیت سے بہت دور ہیں۔ اصل چیز تو یہ دیکھی جاتی ہے کہ کون اچھے خصائل سے آراستہ ہے اور اپنے آپ کو بُرے اخلاق سے بچائے ہوئے ہے۔ علم نافع اہل بیت کے علاوہ اگر کسی اور کے پاس ہو، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اس کی اتباع کرنا ہم پر لازم ہے۔''

(فتاویٰ الشبکۃ الاسلامیہ: ۲۹۸۴/۵)

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عِترۃ سے مراد نبی ﷺ کے اہل بیت میں سے وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کے دین پر قائم ہیں اور آپ ﷺ کے اوامر کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔''

(فتاویٰ یسألونك: ۱۶۴/۲)

ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''عِترۃ سے مراد اہل بیت میں سے وہ لوگ ہیں جو اہل علم ہیں، آپ ﷺ کی سیرت پر مطلع ہیں، آپ ﷺ کے طریقے سے واقف ہیں اور آپ ﷺ کے اوامر اور سنت کو جانتے ہیں۔'' (فتاویٰ یسألونك: ۱۶۴/۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن اہل بیت کی اطاعت کی جائے گی ان سے مراد وہ اہل بیت ہیں جو اہل علم ہیں اور نبی ﷺ کے طریقے پر مضبوطی سے کاربند ہیں۔ اگر کسی شخص کا نسب نامہ اہل بیت سے تو جاملتا ہے مگر وہ بدعات وخرافات میں لت پت ہے تو اس کی اطاعت تو کجا ان بدعات وخرافات کی بنا پر اس سے بیزاری کا اعلان کرنا چاہیے۔

اہل بیت سے محبت جزو ایمان ہے:

اہل السنۃ والجماعۃ (اہل الحدیث) کا منہج یہی ہے کہ نبی ﷺ کے ہر صحابی سے محبت بھی کی جائے اور یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ افضل الامہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر ایک عام صحابی تک سب سے محبت کرنا ہم پر فرض ہے۔ البتہ صحابہ وصحابیات میں سے بعض شخصیات ایسی ہیں جو بہت زیادہ محبت کی مستحق ہیں۔ جس طرح ایک شخص محبت تو اپنے سب رشتے داروں سے کرتا ہے مگر بعض سے کچھ زیادہ ہی محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمیں محبت تو تمام صحابہ کرام سے ہے مگر نبی ﷺ کی اپنے اہل بیت کے بارے میں خاص وصیت کی بنا پر ہمیں ان سے خاص محبت ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ یہ وصیت فرمائی ہے۔ یہ تاکید اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کے اہل بیت کی عزت وتوقیر کی جائے، ان کا احترام بجالایا جائے اور ان کے ساتھ دلی محبت کی جائے۔''

(حديث الثقلين وفقهه للدكتور علي السالوس: ۱/ ۲۵)

اہل بیت کون؟

محترم قارئین! درج بالا حدیث کے ذیل میں اس بات کی وضاحت بھی فائدے سے خالی نہیں ہے کہ اہل بیت میں کون کون سے افراد آتے ہیں۔ اس نزاع کو حل کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ایک مخصوص گروہ اپنے افکار ونظریات کے پیش نظر چند ایک افراد کو اہل بیت میں شمار کرتا ہے۔ یوں کہہ لیں کہ بعض صحابیات سے بغض وعناد کی بنا پر وہ گروہ انھیں اہل بیت میں سے ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس

گروہ کا موقف یہ ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ سے مراد صرف سیدنا علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ وہ ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ ان کا یہ موقف کئی وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

اگر آیت کا سیاق وسباق دیکھ لیا جائے تو یہ بات بہ آسانی سمجھ آ جاتی ہے کہ اس آیت کا اصل مصداق ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔ اسی طرح قرآن وحدیث کے بہت سارے دلائل بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ حضرات صحیح مسلم کی ایک حدیث اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ حدیث یوں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن سیدنا علی و فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو اپنے اوپر لی ہوئی چادر میں لیا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے غلاظت کو دور کر دے اور تمھیں بالکل پاک وصاف کر دے۔''

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۴۲۴)

ان کا استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے صرف ان چاروں کو چادر میں داخل فرمایا اور پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اگر کوئی اور بھی اہل بیت میں شامل ہوتا تو نبی ﷺ اس کو بھی چادر میں داخل کرتے۔

ان کا یہ استدلال دلائل سے عاری اور بالکل بے معنی ہے۔ جب ہم اس حدیث کے مختلف طرق دیکھتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس موقع پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم تو اہل بیت ہو ہی، البتہ یہ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔

(المستدرك للحاكم:٣/ ٢٧٨)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث الکساء سے سورۃ الاحزاب کی اس آیت کی وسعت کا پتا چلتا ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات کے ساتھ ساتھ یہ چاروں شخصیات بھی شامل ہیں، اس لیے کہ اہل بیت میں اصل ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔''

(سلسلة الأحاديث الصحيحة:٤/ ٢٨٠)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل بیت میں اصل ازواجِ مطہرات ہیں۔ اسی طرح اہل بیت میں وہ تمام لوگ بھی ہیں جن کے لیے صدقے کا مال حلال نہیں ہے، واللہ اعلم۔

محض دعویٰ محبت فائدہ نہیں دے گا:

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اہل بیت کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا نسب بھی ان کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ ان کا اہل بیت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا مگر وہ اپنے آپ کو ''سید'' کہلوانا شروع کر دیتے ہیں۔ سید کہلوانے کا عام سا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کا تعلق بھی اہل بیت کے ساتھ ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اہل بیت سے نہ تو محض دعویٰ محبت سود مند ہے اور نہ ہی زبردستی ان کے ساتھ تعلق جوڑنا کچھ فائدہ دے گا۔ بلکہ یہ محبت اسی وقت فائدہ دے گی جب ان سے حقیقی محبت ہوگی اور شرعی دلائل کی روشنی میں ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه .)) (صحيح مسلم، رقم:٢٦٩٩)

''جس شخص کے عمل نے اسے پیچھے چھوڑ دیا اس کا نسب اسے آگے نہیں پہنچا سکے گا۔''

یعنی کامیاب ہونے کے لیے عمل صالح کا ہونا ضروری ہے۔ ایسا عمل جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو، نہ کہ اپنی خواہشات پر مبنی ہو۔

❀❀❀

<u>نقد و نظر</u>

عورتوں کی رائے لینے کا طریقہ کار

عطاء محمد جنجوعہ

قرآن حکیم کی تفسیر اور سنت کی تشریح کرتے ہوئے احکام و مسائل کے موتی بکھیرنا اسلاف کا منہج ہے۔ اس کے برعکس کسی مسئلہ کی سند کے لیے قرآن و حدیث سے جواز تلاش کرنا جدیدیت ہے۔ مولانا زاہد الراشدی نے عورتوں کی رائے سے متعلق اظہار خیال ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''عورتوں سے تعلق رکھنے والے مسائل کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کے دور میں اور خلافت راشدہ کے دور میں بھی عورتوں ہی سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ اس لیے عورتوں کے حقوق و مسائل میں بھی عورتوں ہی کو اُن کی نمائندگی کا حق دینے کا تصور غیر اسلامی نہیں ہے بلکہ عوامی مسائل میں بھی عورتوں کے رائے دینے کی روایات موجود ہیں، جیسا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا ہے کہ ''وہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور عالم تھیں اور عام لوگوں کے مسائل میں سب سے اچھی رائے دینے والی تھیں۔''

(تہذیب التہذیب: ۱۲/ ۴۳۵)

اور اس کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی ملا لیا جائے کہ ''ہم اصحابِ رسول ﷺ کو جب بھی کوئی اشکال پیش آیا اور ہم نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے رکھا تو اُن کے پاس اس کے بارے میں علم پایا۔''

(ترمذی: ۲/ ۲۳۰)

گویا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے علمی اور عوامی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہ نمائی کر کے یہ اُصول قائم کر دیا کہ عورتیں اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق علمی اور عوامی دونوں اُمور میں رائے دے سکتی ہیں۔''

(ماہ نامہ نظریات، ص: ۲۵، اپریل تا جون ۲۰۱۳ء)

جمہوری نظام میں بالغ مرد اور عورتوں کی رائے دینے کا تصور ہے جس کو اسلامی جامہ پہنانے کے لیے جواز تلاش کیا گیا۔ تاریخی حقیقت ہے کہ جمہوریت نے پانچویں صدی قبل مسیح یونانی شہر ایتھنز میں جنم لیا۔ اُس وقت اُمورِ حکومت میں عورتوں سے مشورہ نہیں لیا جاتا تھا۔ انگلینڈ میں پہلی مرتبہ ۱۲۶۵ء میں پارلیمنٹ منتخب ہوئی اُنھوں نے ۱۹۲۸ء تک عورتوں کو رائے دینے کے حق سے محروم رکھا۔ امریکا کی ریاست ورجینیا میں ۱۶۱۹ء میں پہلی بار منتخب حکومت قائم ہوئی لیکن ۱۹۱۸ء میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آمرانہ نظام ختم کر کے جمہوریت کو وضع کیا اور اسے فروغ دیا مگر اُنھوں نے طویل عرصہ تک عورتوں کو ووٹ دینے سے محروم رکھا، کیا وہ احمق تھے؟ دراصل وہ مرد اور عورت کی ذمہ داریوں سے واقف تھے۔

تاریخ اسلام میں عورتوں کا ووٹ دینا تو درکنار، خلفاء راشدین کے چناؤ میں عرب، ایران، شام، مصر حتیٰ کہ مدینہ کے تمام مسلمان مردوں نے بھی رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے احباب راقم کے مضمون بعنوان ''خلفاء راشدین کا تعین شورائی تھا'' (ماہ نامہ محدث، لاہور: جون ۲۰۰۹ء) کا مطالعہ کریں۔

جمہوری ''علماء'' ووٹ کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہیں کہ ووٹ

ایک شہادت (گواہی) ہے، غور طلب پہلو ہے کہ شہادت اس امر کی ہوتی ہے جس کے بارے میں آگاہی ہو جب ووٹر کو اُمیدوار کی اہلیت، علمیت، زہد وتقویٰ اور امانت و دیانت کے بارے میں حقیقت حال ہی سے آگاہی نہ ہو تو گواہی کی نوعیت کس قسم کی ہوگی؟

وہ علماء جو عورتوں کے ووٹ دینے کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر ووٹ گواہی ہے تو حدود کے معاملات میں عورت کی گواہی کیوں قبول نہیں؟ جن معاملات میں عورت کی گواہی جائز ہے، وہاں ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ سیاسی معاملات میں عورت کی رائے کو ضروری سمجھنے والے علماء اس امر پر غور کیوں نہیں کرتے۔

اسلام میں عورتوں کی حقوق تلفی نہیں بلکہ صنف نازک کی طبعی ساخت اور اوصاف کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ وہ معاملات جہاں عورتوں کی رسائی ہوسکتی ہے مردوں کی رسائی نہیں ہوسکتی، مثلاً: بکارت وولادت کی خبر تو ان مواقع پر صرف ایک عورت کی گواہی کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے خالق کائنات نے مرد و عورت کو تخلیق کیا چنانچہ اُن کے فطری اوصاف کو مدنظر رکھ کر ان پر ذمہ داریاں عائد کی گئیں ہیں۔ عورتوں کو مخصوص ایام، حمل اور رضاعت کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ ان عوارض سے عہدہ برآ ہو یا مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کے لیے جتن کرتی رہے۔

جن صورتوں میں عورتوں کی شہادت قبول نہیں دراصل وہاں عورتوں کی رسائی بھی ناممکن ہے جیسا کہ دنگا فساد وغیرہ، قرآن حکیم نے ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے:

> ''اور کیا (اس نے اسے رحمان کی اولاد قرار دیا ہے) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں۔'' (الزخرف:۱۸)

اسلام نے عفت وعصمت کے تحفظ کی خاطر عورت کو گاؤں یا محلّہ کے تنازعات میں گواہی کے تکلیف دہ مرحلہ سے رخصت دی ہے۔ غور طلب پہلو ہے صوبائی یا قومی وسیع تر حلقہ ہو تو عورت کے لیے قطعاً ممکن نہیں کہ وہ حلقہ کے اُمیدواروں کے کردار کے بارے میں جانچ پڑتال کر سکے کہ وہ اسلامی قانون کے نفاذ یا حلقہ کے عوام کے فلاح و بہبود کے لیے کس قسم کے ہوں گے، جب عورت اُن کو پردہ کی وجہ سے جانتی ہی نہ ہو تو اُس کی گواہی کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

جب اللہ نے عورت کو تنازعات میں گواہی کے دشوار گزار مراحل سے محفوظ رکھا ہے تو موجودہ دور کے سکالروں کا سیاسی اُمور میں عورتوں کے لیے رائے دینے کا جواز تلاش کرنا چہ معنی دارد؟ اور یہ خدمت دین ہے یا جدت پسندی؟

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مردوں یا عورتوں کے ووٹوں سے عورتوں کی نمائندہ منتخب نہیں ہوئیں بلکہ وہ علم وفضل، زہد و تقویٰ اور فقہی اُمور میں ذہانت و فطانت کی وجہ سے معاشرہ میں معروف تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کم سنی کی شادی میں بھی یہی حکمت تھی کہ وہ بچپن ہی سے اسلامی تعلیم و تربیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں عورتوں کے مخصوص مسائل میں ماہر ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم خانگی مسائل سے متعلق شرعی تحقیق کے لیے انھی کے در پر دستک دیتے تھے۔

مولانا زاہد الراشدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ بالا حوالہ پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

> ''عورتوں کے حقوق و مسائل میں عورتوں کی نمائندگی کا اُصول تسلیم کرتے ہوئے حجاب کی شرعی حدود کے اندر ان کے لیے اس کا اہتمام کیا جائے اور جن مجالس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا مشترکہ طور پر شریک ہونا ضروری خیال کیا جائے ان میں شرکت کرنے والی خواتین کے لیے عمر کی ایک حد کا تعین کر دیا جائے جہاں شریعت بھی

حجاب کی پابندیوں کو نرم کر دیتی ہے۔''

(ماہ نامہ نظریات، ص: ۲۶، اپریل تا جون ۲۰۱۳ء)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں عورتوں کے مسائل سے متعلق بلاشبہ عورتوں سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسئلہ زیرِ غور آیا کہ دور افتادہ علاقوں میں جہاد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھر سے کتنا عرصہ دور رہ سکتے ہیں۔ اس کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ضعیف العمر خواتین کو مسجد نبوی میں بلا کر رائے طلب نہیں کی بلکہ اپنی اہلیہ سے مشورہ کیا۔

عصر حاضر میں حلقہ کے ووٹران یا ارکان پارلیمنٹ ماں بہن اور بیٹی سے مشہورہ کر کے ووٹ دے سکتے ہیں اور مدعا بیان کر سکتے ہیں ارکان مخصوص مسائل میں اپنی بیوی سے رائے لے کر اسمبلی میں عورتوں کے حقوق کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔ میڈیا کی ترقی کے دور میں ایک اور صورت بھی ہوسکتی ہے کہ سپیکر ایسے مسائل کو پرنٹ میڈیا پر پیش کر کے عورتوں کی رائے لے سکتا ہے۔

یہ امر مزید باعث حیرت ہے کہ جس مکتبہ فکر سے مولانا موصوف تعلق رکھتے ہیں، اس کے مطابق معاشرے میں بگاڑ کی وجہ سے عورتوں کو باپردہ ہو کر اور محرم کی معیت میں بھی مسجد میں خطبہ جمعہ سننے کی اجازت نہیں لیکن آپ حجاب کی شرط عائد کر کے عورتوں کو نمائندگی کے لیے اسمبلی میں جانے کی اجازت دے رہے ہیں! اور معمر عورتوں کو بغیر حجاب کے مخلوط ماحول میں رخصت دی ہے......!!!

بقیہ: جادو کی حقیقت

آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) اس جان کا مارنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) لڑائی کے دن پیٹھ پھیر دینا۔ (۷) پاک دامن ایمان والی بے خبر عورتوں پر تہمت لگانا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں عمل سحر حرام ہے اور وہ بالاجماع کبائر میں سے ہے اور نبی اکرم ﷺ نے اس کو سات مہلکات میں شمار کیا ہے۔ سحر کی بعض صورتیں کفر ہیں اور بعض کفر تو نہیں مگر سخت معصیت کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس لیے اگر سحر کا کوئی منتر یا کوئی عمل کفر کا مقتضی ہو تو وہ کفر، ورنہ نہیں بہرحال سحر کا سیکھنا اور سکھانا قطعاً حرام ہے۔'' (فتح الباری: ۱۰/۱۸۳)

ان دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ دین اسلام میں جادو سیکھنے سکھانے کی قطعاً اجازت نہیں۔ (باقی آئندہ)



یادِ رفتگاں

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاول پوری رحمہ اللہ

محمد عالم مختارِ حق

میں نے اپنی ایک کتاب (برصغیر میں اہل حدیث کی اوّلیات) میں قرآن مجید کے اہل حدیث مترجمین ذکر کرتے ہوئے مولانا محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاول پوری (م ۳۰ نومبر ۱۹۵۹ء) کے سرائیکی زبان کے ترجمے کا ذکر کیا ہے۔ یہ ترجمہ مجھے مولانا ابوحمزہ عبدالحمید سلفی (مسلم کالونی سٹریٹ نمبر۲ خیر پور سادات علی، ضلع مظفر گڑھ) نے عنایت فرمایا تھا۔ میں نے لکھا ہے کہ مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظ کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ (کتاب مذکور، ص: ۴۵)

میں نہایت شکر گزار ہوں اپنے محقق دوست جناب محترم محمد عالم مختار حق صاحب کا کہ اُنھوں نے ان کے حالات سے مطلع فرمایا (جواب خود بھی ۶ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعرات اس دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کر گئے، رہے نام اللہ کا!)

فاضل مضمون نگار بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے متعدد محققانہ مضامین ''الاعتصام'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ الاعتصام کے ''محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نمبر'' میں بھی ان کا مضمون چھپا تھا۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی کے بارے میں بھی ان کے بعض خالص علمی نوعیت کے مضامین الاعتصام کی وساطت سے قارئین کے مطالعہ میں آ چکے ہیں۔ اب ملاحظہ ہو مولانا عبدالحفیظ حفیظ بہاول پوری کے متعلق ان کا مضمون۔ (محمد اسحاق بھٹی)

دسمبر ۱۹۵۸ء میں مجھے ایک سرکاری کام کے سلسلے میں بہاول پور جانا تھا۔ روانگی سے پہلے نیاز مندی کے حوالے سے گرامی قدر جناب پیر غلام دستگیر نامؔی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اپنے جاننے والے احباب کے بارے میں بتائیں تاکہ اُن سے مل کر اپنے علم میں اضافہ کر سکوں۔ آپ نے جن اصحابِ علم و فضل کی نشان دہی کی اُن میں ایک مولانا حفیظ الرحمان بہاول پوری بھی تھے۔ چنانچہ میں پروگرام کے مطابق ملتان سے ہوتا ہوا بہاول پور پہنچا۔ اپنی پہلی فرصت میں حفیظ منزل کا پتا دریافت کیا جہاں مولانا رہائش رکھتے تھے۔ معلوم ہونے پر سیدھا مولانا کے گھر پہنچا۔ آپ اُس وقت اُوپر کی منزل میں آرام فرما تھے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو بڑھاپے اور کمزوری کے سبب بمشکل دروازے تک پہنچے۔ میں نے نامؔی صاحب کا سلام عرض کیا اور ساتھ ہی اپنا تعارف بھی کرایا۔ مولانا کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لیے یہ ملاقات مختصر رہی۔ تاہم ان کی مہمان نوازی اور خلوص و محبت نے بے حد متاثر کیا۔ اُن کی بزرگانہ اور مدبرانہ شخصیت کے گہرے نقوش میرے دل و دماغ پر ثبت ہو گئے۔

سرکاری مصروفیت کے سبب دوبارہ ملاقات کا موقع نہ ملا۔ تاہم باہمی مراسلت کا سلسلہ ان کی وفات تک بدستور جاری رہا۔ ان کی علمی بصیرت اور وسیع مطالعے سے میں نے بھرپور استفادہ کیا۔ مولانا کی زندگی کا مختصر تعارف ہدیۂ قارئین ہے۔

عجب دستِ اجل کو کام سونپا ہے مشیت نے
چمن میں توڑنا پھول اور ویرانے میں رکھ دینا

ابتدائی حالات:

۱۱۶۲ھ (۱۷۸۴ء) میں نواب محمد بہاول خاں اوّل عباسی نے شہر بہاول پور کا سنگِ بنیاد رکھا تو اہل علم و ادب حضرات کو بہاول پور میں آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ مولانا حفیظ الرحمٰن کے بزرگانِ سلف اُس زمانے میں دریائے گھارا کے کنارے ایک بستی میں رہائش رکھتے تھے جن میں سے اکثر حضرات کا مشغلہ تعلیم و تعلم تھا۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ میاں جان محمد رحمہ اللہ نواب صاحب کی دعوت پر بہاول پور میں آ بسے اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔

انھی کی اولاد میں سے حضرت مولانا الحاج محمد عزیز الرحمٰن عزیز

(المتوفی ۱۳۶۳ھ) کے ہاں ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ کو مولانا حفیظ الرحمٰن کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد بزرگ وار مولانا عزیز الرحمٰن عزیز بہاول پور کے عظیم شاعر، مورّخ، ادیب اور صحافی تھے۔ بہاول پور میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ جج کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ ناظم سررشتۂ تالیفات وسپرنٹنڈنٹ میوزیم سلطانی کی اعزازی خدمات بھی آپ کے سپرد تھیں۔

''عزیز المطابع'' پریس کا قیام:

ستمبر ۱۹۳۹ء میں آپ نے ایک آزاد پریس ''عزیز المطابع'' قائم کیا۔ سرزمین بہاول پور میں ادبی روح پھونکی اور بزمِ سخن کی بنیاد ڈالی۔

۱۹۴۰ء میں ایک مصور ادبی اور تاریخی مجلّہ ''العزیز'' جاری کیا جو ۴۸ صفحات پر مشتمل ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔ اس مجلّہ کے ذریعے اُردو ادب کی خدمت کے علاوہ مقامی بولی کی اشاعت بھی ہوتی رہی۔ چنانچہ مقامی زبان کے سب سے بڑے صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید کی دل گداز اور سوز و درد سے بھری ہوئی کافیوں کا ترجمہ ہر شمارے کی زینت بنتا تھا۔ تاریخ قدیم، تاریخ بہاول پور، تذکرہ مشاہیر مستقل عنوانات ہوتے تھے۔ ''بزم عزیز'' کے عنوان سے مقالات پر ایک طائرانہ تبصرہ ہوتا تھا۔ افسوس کہ یہ پرچہ ۶ سال تک مسلسل ملک و ملت کی خدمت کرنے کے بعد حضرت عزیز کی رحلت اور حضرت حفیظ کی طویل علالت کے باعث بند ہوگیا۔

حصول علم:

حضرت حفیظ بچپن ہی سے اپنے والد بزرگ وار کے زیر تعلیم و تربیت رہے۔ مدرسے کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گھر میں بھی عربی اور فارسی کی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت سے ان زبانوں میں کافی دسترس حاصل کرلی۔ ریاست بہاول پور کے شعبہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی۔ ملازمت اور دیگر ضروری اُمور کی تکمیل کے بعد جو وقت بچ جاتا وہ مطالعہ کتب اور تحریر میں صرف کرتے۔ اور تصنیف و تالیف کا یہ مشغلہ جیتے جی برابر جاری رہا۔

سفرِ حج:

آپ نے ۱۹۳۲ء میں فریضہ حج ادا کیا۔ اس بابرکت سفر کے حالات آپ نے ''سفرنامہ حجاز'' میں بالتفصیل نہایت دلچسپ پیرایہ میں قلم بند فرمائے۔

۱۹۳۵ء دوبارہ حج کی سعادت پائی، چنانچہ اس سال نواب بہاول پور کی معیت میں فرائضِ حج ادا فرمائے اور اس مقدس سفر کے حالات ''حج صادق'' کے نام سے مرتب کیے اور نواب صاحب کی طرف سے ''دبیر الملک'' کا خطاب پایا۔

تصنیف و تالیف:

سندھی اور اُردو زبان پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ چنانچہ اکثر سندھی کتب کو مصنفین کی تحریک پر اُردو کا جامہ پہنایا۔ پنجابی (سرائیکی) زبان میں بھی آپ مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ تاریخ، سیرت، سوانح، اسلامیات اور دیگر علوم میں آپ نے کم و بیش تین درجن تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے چند ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

۱: **الحبیب**: یہ آپ کی سب سے اوّل تصنیف ہے۔ اس میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی مختصر سوانح عمری ہے۔

۲: **فرامین مقدس**: اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین مقدس بنام شاہانِ عرب و عجم جمع کیے گئے ہیں۔

۳: **شعاعِ نور**: حضرت خواجہ نور محمد مہاروی (المتوفی ۱۲۰۵ء) کی مکمل اور مستند سوانح عمری۔

۴: **ذکرِ خیر**: حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی (المتوفی ۱۱۹۷ھ) کے حالاتِ زندگی۔

۵: **تاریخ اوچ (مصور)**: اوچ شریف کی تین ہزار سالہ تاریخ ہے جو بڑی کاوش سے مرتب کی گئی ہے۔

۶: **ذکر کرام**: ریاست بہاول پور کے ۲۰۰ سے زیادہ خانقاہوں اور بزرگوں کے حالات۔

۷: **سفر نامہ حجاز**: ۱۳۵۰ھ کے سفرِ حج کی رُوداد۔

۸: سندھ کی مشہور تاریخ **چچ نامہ**: قاضی اسماعیل بن علی طائی کا اُردو ترجمہ۔

۹: **تذکرہ شعرائے سندھ**

۱۰: **ترجمہ قرآن**: مولانا کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ قرآن مجید کا پنجابی (سرائیکی) میں ترجمہ ہے۔

شرف اوّلیت:

سرائیکی لہجے میں قرآن مجید کے ترجمے کی اولیت کا شرف شاید آپ ہی کو حاصل ہے ۔ مولانا اگر کوئی اور علمی یادگار نہ بھی چھوڑتے تو ان کے نام کو زندہ و پائندہ رکھنے کے لیے ان کا یہی کارنامہ کافی تھا۔ ❶

شعروشاعری کا ذوق:

جہاں مولانا کو نثر نگاری میں یدطولیٰ حاصل تھا وہاں شعروشاعری میں بھی شغف رکھتے تھے۔ طبیعت موزوں پائی تھی، اس لیے اپنے جذبات وکیفیات کو نظم کا جامہ پہنا لیتے تھے۔ آپ کی ایک غزل کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیے

ستاتی ہے کسی کی یاد پھر کیوں
کوئی پھر دِل پہ چھایا جا رہا ہے
ہزاروں بستیاں برباد ہوں گی
نیا صحرا بسایا جا رہا ہے

مرحوم خداترس، ملنسار اور نہایت ہی مخلص انسان تھے۔ خاکسار کو بھی آپ سے نیاز حاصل تھا اور اکثر مشفقانہ خطوط سے نوازا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ترجمہ قرآن مجید کا ایک نسخہ مجھے بھی ارسال فرمایا۔ میں نے اُس کے ہدیہ کے بارے میں استفسار کیا تو جواباً اپنے مکتوب گرامی (محررہ ۴مئی ۱۹۵۹ء) میں فرمایا:

''قرآن مجید کا ہدیہ اس کی تلاوت ہے۔ میں نے اس کی قیمت سیاہیہ عاقبت میں امانت کرادی ہے ۔ لینے والوں سے مطالعہ کا طالب ہوں کہ وقتِ تلاوت دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔''

مرحوم کی ذات سے ہر اُس شخص کو فائدہ پہنچا جو اُن کے قریب ہوا۔

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی ۱۹۱۷ء میں ہوئی لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اپنی اس محرومی کو حضرت نے ﴿ذَوِي الْقُرْبىٰ وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ (اہل قرابت، یتیم اور مساکین) کی تعلیم وتربیت اور سرپرستی سے پورا کیا۔ مرحوم زندگی کے آخری دنوں میں کئی ایک تکالیف میں مسلسل مبتلا رہے جس کی شدت کا اظہار اپنے اِس شعر سے کیا کرتے تھے ۔

تنگ آیا ہوں دنیا کے مصائب سے حفیظؔ اب
مرجاؤں گا جینے کی تمنا نہ کروں گا

وفات:

مرض ذیابیطس کی شدت سے مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۹ء کی رات سوا بارہ بجے بہاول پور کی سرزمین میں رُشد و ہدایت اور علم و ادب کا یہ آفتاب غروب ہوگیا، رحمه الله، انا لله وانا اليه راجعون.

مرحوم ایک بڑے زمیندار تھے۔ تحصیل لودھراں اور بہاول پور میں کافی زمین کے مالک تھے۔ ریلوے سٹیشن بہاول پور کے متصل آپ کا ایک باغ تھا۔ اِسی باغ میں آپ کی تعمیر کردہ جامع مسجد عزیزیہ کے ایک گوشے میں آپ کے جسدِ خاکی کو حسب وصیت سپردِ خاک کر دیا گیا ۔ (باقی صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

❶ میرا خیال ہے سرائیکی زبان میں پہلا ترجمہ قرآن حضرت مولانا عبدالتواب مرحوم ومغفور نے کیا۔ مولانا ممدوح ۳۱ ؍اگست ۱۸۷۱ء کو ملتان میں پیدا ہوئے اور ۲۹ مئی ۱۹۴۷ء کو ان کا انتقال ہوا۔ ان کا ترجمہ ان کے اخلاف سے گم ہوگیا۔ صرف پہلے اور تیسویں دو پاروں کا ترجمہ چھپ سکا۔ اس ترجمے پر مولانا کے حواشی بھی تھے۔ بہرحال دست یاب پورے قرآن کا ترجمہ مولانا عبدالحفیظ حفیظ بہاول پوری ہی کا ہے۔ اب مولانا عبدالحمید سلفی بھی سرائیکی میں ترجمہ کررہے ہیں۔ (محمد اسحاق بھٹی)

تعارفِ کتب

منة المتعال الوالي
في معرفة الأسانيد النوازل والعوالي کاتعارف

ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

عالی اور نازل اسانید کی معرفت اور اہمیت:

امام، محدّث، حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہر زوری، معروف بہ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''احادیث کو باسند بیان کرنا اس اُمت کے خصائص و امتیازات میں سے اور ان اُمور میں سے ہے جن کے التزام پر خاص زور دیا گیا ہے۔''

سند کی اہمیت کے بارے میں امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا مشہور قول متعدد اسانید سے مروی ہے، اُنھوں نے فرمایا:

''سند دین کا ایک حصہ ہے۔ اگر سند نہ ہو تو ہر آدمی جو چاہے کہتا جائے۔''

اسی طرح علوِسند، یعنی کم از کم واسطوں والی سند کی تلاش اور اس کا حصول بھی لائق تحسین امر ہے۔ اور اس کے لیے سفر کی مشکلات برداشت کرنا قابل قدر کام ہے۔ امام احمد بن حنبل رقم طراز ہیں:

''عالی سند، یعنی کم واسطوں والی سند کا حصول اسلاف کی سنت ہے۔''

عظیم المرتبت محدث امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ جب مرض الموت میں تھے تو ان سے دریافت کیا گیا: اب جب کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، اس موقع پر آپ کی کیا خواہش ہے؟ فرمایا:

''ایسا گھر جو لوگوں کے شور وشغب سے خالی ہو۔ اور مجھے کوئی عالی سند مل جائے جس میں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان واسطے کم سے کم ہوں۔''

(مقدمہ ابن صلاح، ص:۱۳۰ طبع ملتان)

امام محمد بن اسلم طوسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اسناد کا قرب، یعنی اس میں رسول اللہ ﷺ تک کم سے کم واسطوں کا ہونا، اللہ عزوجل کی قربت کا ذریعہ ہے۔ کیوں کہ سند کا عالی ہونا رسول اللہ ﷺ کے قرب کا اور آپ ﷺ کا قرب اللہ عزوجل کے قرب کا ذریعہ ہے۔''

(مقدمہ ابن صلاح، ص:۱۳۰)

ابوالفداء امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''چونکہ سند بیان کرنا اس اُمت کے خصائص میں سے ایک ایسی خصوصیت ہے کہ کوئی بھی اُمت اپنے نبی کی کوئی بات متصل سند سے بیان نہیں کر سکتی کیوں کہ ان اُمتوں میں سند بیان کرنے کا رواج ہی نہیں تھا۔ اسی لیے عالی، یعنی رسول اللہ ﷺ تک کم از کم واسطوں والی سند کے حصول میں اہل علم رغبت رکھتے ہیں۔ اسی سلسلے میں امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''عالی سند کا حصول اور شوق سنتِ اسلاف ہے۔'' اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ان کے مرض الموت میں دریافت کیا گیا کہ اس وقت آپ کی کیا خواہش ہے؟ فرمایا: خالی گھر اور عالی سند۔''

یہی وجہ ہے کہ ائمہ نقّاد (ماہرین فن حدیث) اور عالی قدر حفّاظِ حدیث محض علوِاسناد کے لیے طویل سفروں کی مشقت برداشت کرتے تھے حالانکہ اس چیز کی اہمیت سے ناواقف کم علم عبّا دوزہّاد ایسی تگ و دو کو فضول سمجھتے اور اس مقصد کے لیے سفر کرنے سے روکا کرتے تھے۔

علوِ اسناد کا فائدہ:

امام رامہرمزی اپنی مایہ ناز کتاب ''المحدث الفاصل'' میں رقم طراز ہیں:

''نازل یعنی زیادہ واسطوں والی حدیث کی نسبت عالی سند میں غلطی اور خطا کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔''

(بہ حوالہ الباعث الحثیث، ص:۱۵۲، طبع مؤسسۃ الامیریۃ)

امام ابن صلاح رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''نزول، علو کی ضد ہے۔ سند کا نزول، علو سے کم مرتبہ ہے اور اہل علم نزول میں رغبت نہیں رکھتے۔ بلکہ علو کو نزول پر فضیلت ہے۔ امام ابن خلاد نے بعض اہل فن سے بیان کیا ہے کہ سند میں نزول، یعنی زیادہ واسطوں کا ہونا علو، یعنی کم واسطے ہونے سے افضل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سند کے ہر راوی کی تعدیل و تخریج کے بارے میں پوری پوری کوشش کرنا ضروری ہے۔ راوی جس قدر زیادہ ہوں گے، محنت اسی قدر زیادہ ہوگی۔ مگر یہ موقف کم زور اور اس کی دلیل بھی کم زور ہے۔ امام ابن المدینی اور امام ابو عمرو مستملی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ''سند میں راویوں کا زیادہ ہونا بے برکتی ہے۔'' مگر یاد رہے کہ ہر نازل سند کے بارے میں ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں کہ اگر نازل سند میں کوئی ایسا علمی نکتہ ہو جو عالی سند میں نہ ہو تو ایسی صورت میں زیادہ واسطوں والی سند زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔'' (مقدمہ ابن صلاح، ص:۳۴)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نزول، علو کی ضد ہے۔ نازل سند عالی سے کم تر ہوتی ہے۔ اِلّا کہ نازل سند کے راوی عالی سند کے راویوں کے مقابلے میں اعلیٰ اور افضل ہوں۔ ایک دفعہ وکیع رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا: ان دو سندوں میں سے کون سی سند تمھیں زیادہ اچھی لگتی ہے؟

۱: اعمش عن ابی وائل عن ابن مسعود۔

۲: سفیان عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن ابن مسعود۔

اُنھوں نے کہا کہ ان میں سے پہلی سند اعلیٰ اور اولیٰ ہے۔ وکیع فرمانے لگے: پہلی سند میں ہر عظیم المرتبت محدث، ایک عظیم المرتبت محدث سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ دوسری سند میں ہر راوی فقیہ ہے اور وہ دوسرے فقیہ راوی سے روایت کرتا ہے۔ محدثین کے ایک دوسرے سے روایت کرنے کے مقابلے میں ہمیں وہ حدیث زیادہ محبوب ہے جس کو روایت کرنے والے فقیہ ہوں۔''

(الباعث الحثیث، ص:۱۵۶، مؤسسۃ الامریۃ)

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سند بسا اوقات عالی ہوتی ہے اور کبھی نازل، یعنی بسا اوقات سند میں راویوں کی تعداد کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ۔ کم واسطوں اور راویوں والی سند کو عالی (بلند مرتبہ) کہا جاتا ہے اور زیادہ واسطوں اور راویوں والی سند کو نازل، یعنی پہلی کے مقابلے میں کم مرتبہ سمجھا جاتا ہے۔

بلاشبہ عالی اور نازل کا علم علوم حدیث کی ایک اہم ترین نوع ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلاف اہل علم حدیث کے بارے میں وسیع معلومات رکھنے کے باوجود ان میں سے کسی نے اس قسم کی احادیث و روایات کو یکجا جمع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ بعض عالی قدر اہل علم نے بعض ائمہ کی ثلاثیات جمع کر دی ہیں، مثلاً: ثلاثیات امام بخاری، ثلاثیات امام احمد وغیرہ۔ ''ثلاثیات'' سے مراد ایسی احادیث ہیں جن میں محدث اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے (راوی) ہوں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اہل علم کم ہوتے جا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ بساطِ علم لپٹتی جا رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ دور قحط الرجال کا دور ہے کہ راسخین فی العلم بہت کم ہیں۔ اور کسی جانے والے کے بعد اس کی جگہ کما حقہ پر نہیں ہوتی۔

اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قحط الرجال کے اس

زمانے میں بھی بعض درویش اور گوشہ نشین محدثین اور اہل علم کسی مسجد یا مدرسے یا اپنے گھر میں بیٹھے حدیث مبارک اور سنت مطہرہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔ وہ محض رضائے الٰہی کے طالب ہیں، دنیا اور اہل دنیا سے وہ کسی جزا یا مدح وتوصیف کے قطعاً خواہاں نہیں۔

جامعہ دارالحدیث المحمدیہ (جلال پور پیر والا، ضلع ملتان) ایک قدیم تعلیمی معہد ہے جو ایک طویل عرصے سے دین کی نشر واشاعت میں مصروف ہے۔ اس ادارے کی خدمات اور تاریخ الگ مستقل مضمون ہی نہیں بلکہ کتاب لکھے جانے کی متقاضی ہیں۔ اسی ادارے کے ایک فارغ التحصیل اور اس وقت وہاں کے مدرسِ حدیث فضیلۃ الشیخ مولانا ابو داود محمد انس ﷿ بھی خدامِ حدیث کے سلسلے کی کڑی اور سلسلۂ محدثین کا ایک تسلسل ہیں۔

آں جناب، حضرت مولانا سلطان محمود محدث ﷫ کے تلمیذ، حضرت مولانا محمد رفیق اثری ﷿ کے خوشہ چیں اور شیخ القرآن مولانا اللہ یار خان ﷿ کے فیض یافتہ ہیں۔

آپ نے اپنی تدریسی مصروفیات کے باوجود ایک علمی خدمت سرانجام دیتے ہوئے امام دارالہجرۃ امام مالک، امام المحدثین امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداود، امام نسائی اور امام ابن ماجہ ﷭ کی عالی اور نازل اسانید کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ یہ کام کافی محنت طلب تھا کہ حدیث کی ساتوں کتابوں کو اول تا آخر پڑھنے کے ساتھ ساتھ ہر ہر حدیث کی سند کے راویوں کی گنتی کر کے ہر ہر محدث کی کتاب میں سے اس کی عالی اور نازل سندیں الگ الگ جمع کی جائیں۔ اس علمی خدمت میں آپ کا بہت سا وقت صرف ہوا۔ مولانا موصوف کی یہ کڑی محنت ان کی سنت وحدیث سے رغبت اور محبت کی غماز ہے۔ مولانا محترم کی کاوش کے مطابق ہر محدث کی عالی اور نازل احادیث کی تعداد کا جدول درج ذیل ہے:

① ......امام مالک ﷫:

عالی احادیث: ثنائی (دو واسطوں والی) ۱۲۶
نازل احادیث: خماسی (پانچ واسطوں والی) ۹

② ......امام بخاری ﷫:

عالی احادیث: ثلاثی (تین واسطوں والی) بیس سے زائد
نازل احادیث: ثمانی (آٹھ واسطوں والی) ۱۷

③ ......امام مسلم ﷫:

عالی احادیث: رباعی (چار واسطوں والی) بہت زیادہ ہیں
نازل احادیث: تساعی (نو واسطوں والی) ۵

④ ......امام ترمذی ﷫:

عالی احادیث: ثلاثی صرف ایک ہے
نازل احادیث: عشاری (دس واسطوں والی) ایک ہے

⑤ ......امام ابوداود ﷫:

عالی احادیث: ثلاثی صرف ایک ہے
نازل احادیث: عشاری (دس واسطوں والی) ایک اور تساعی (نو واسطوں والی) چار ہیں

⑥ ......امام نسائی ﷫:

عالی احادیث: رباعی (چار واسطوں والی) بہت زیادہ ہیں
نازل احادیث: عشاری (دس واسطوں والی) صرف ایک ہے

⑦ ......امام ابن ماجہ ﷫:

عالی احادیث: ثلاثی احادیث پانچ ہیں
نازل احادیث: تساعی (نو واسطوں والی) چار ہیں

دعا ہے کہ اللہ کریم اس علمی خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور مولانا اور ان کے عالی قدر اساتذہ کے لیے یہ کتاب صدقہ جاریہ ثابت ہو، آمین۔

مولانا نے اپنی اس علمی کتاب کا نام ''منة المتعال الوالي في معرفة الأسانيد النوازل والعوالي'' رکھا ہے۔ یہ کتاب اشاعت کے لیے پاکستان کے قدیم اشاعتی ادارے ''المکتبۃ السّلفیۃ'' (لاہور) کے پاس پہنچ چکی ہے۔ اب دیکھیں کہ یہ علمی کتاب کب شاع ہو کر اہل علم تک پہنچتی ہے۔

افکارِ معاصرین

آئین کو مقدس کیوں کہا جاتا ہے؟

اوریا مقبول جان

موجودہ علم سیاسیات یعنی پولیٹیکل سائنس نے گزشتہ سو سال سے انسانوں کے ذہنوں میں یہ تصور راسخ کر دیا ہے کہ جدید سیکولر جمہوری ریاست آئین کے بغیر چل ہی نہیں سکتی۔ اس طرح کی ایک مقدس کتاب اور ایک مقدس عہد نامے کی تخلیق کے دو مقاصد تھے:

پہلا یہ کہ صدیوں سے انسان مذہب کی الہامی کتابوں کو مقدس ترین سمجھتا اور انھیں اعلیٰ اور ارفع مقام دیتا آیا ہے، اس لیے ایک کتاب کے مقابلے میں جب تک کتاب تخلیق نہ کی جائے اور اسے مقدس ترین قرار نہ دیا جائے، ان الہامی کتابوں کے مقام اور مرتبے کی نفی نہیں ہوتی۔ اس میثاق کی روح یہ ہے کہ اگر آئین یا اس کے بنانے والے مانیں گے تو قرآن یا تورات سپریم لاقرار پائیں گے لیکن اگر پارلیمانی اکثریت اس کا انکار کر دے تو اس کی حیثیت ثانوی بھی نہیں رہتی۔

دوسرا یہ کہ اسے ایک عہد نامے کا درجہ دیا گیا ہے۔ اور انسانوں کے انسانوں کے ساتھ عہد کو اللہ اور انسانوں کے ساتھ عہد پر مقدم تصور کیا جاتا ہے جب کہ اللہ قرآن پاک میں بندوں کے ساتھ اپنے کیے ہوئے عہدے کو سب سے مقدم، اہم اور مقدس بیان فرماتا ہے اور انسان کی اس دنیا میں آمد بھی اسی عہد کی پاسداری کے لیے ہے۔ یہ وہ عہد ہے جو اللہ نے تمام ارواح سے عالم بالا میں لیا تھا۔ اللہ اس میثاق اور اس عہد کو ناقابل تنسیخ سمجھتا ہے اور آخرت میں جزا اور سزا کا انحصار اسی عہد کی پاسداری پر رکھا گیا ہے جب کہ اسمبلی کا بنایا گیا آئین اللہ کے ساتھ کیے گئے اس عہد کی توثیق یا تنسیخ کا اختیار رکھتا ہے۔ اسی لیے موجودہ علم سیاسیات نے آسمانی کتابوں کے مقابلے میں ہر ملک کے لیے ''آئین'' کی شکل میں ایک مقدس کتاب ترتیب دینا لازمی قرار دیا۔

اسی لیے موجودہ تعلیم کے پروردہ اس وقت ایک حیرت میں گم ہو جاتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں کچھ ممالک آئین کی ایک تحریر شدہ ''مقدس کتاب'' کے بغیر بھی چل سکتے ہیں، چلتے ہیں اور چل رہے ہیں۔ وہ اس اٹل حقیقت پر یقین کرنے کو تیار ہی نہیں کہ ان کا محبوب ترین ملک اسرائیل ابھی تک ایک تحریری آئین سے محروم ہے۔

صہیونیت کے عالمی ایجنڈے اور مغرب کی مشترکہ سازشوں سے بننے والے اس ملک نے آج تک دنیا کے تمام آئین پرست لوگوں کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ اس موضوع پر آخری تقریر ے مئی ۲۰۱۲ء کو اسرائیلی پارلیمنٹ کینسٹ (Kenesset) میں ان کے وزیر انصاف یعقوب نیمان (Yaacov Nemen) نے کی اور کہا کہ اسرائیل کو ایک تحریری آئین کی شدید ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ اسرائیل کی حکومت میں بل اور قانون کے درمیان فرق کرنا مشکل ہے اور اسرائیل میں سرکاری قانون سازی کا بھی کوئی طریق کار موجود نہیں۔ ۲۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو اسرائیل کی پہلی آئین ساز اسمبلی منتخب ہوئی۔ اس سے قبل جب ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو برطانوی افواج کا آخری دستہ حیفہ کے رستے روانہ ہوا تو اسی دن تل ابیب میں منعقدہ ایک تقریب میں بن گوریان نے اسرائیل کا اعلان آزادی پڑھ کر سنایا۔ اس کے ساتھ یہودی نیشنل کونسل، جو ۱۹۲۰ء میں یورپ میں ربائی ابراہیم اسحاق کی سربراہی میں قائم ہوئی تھی، کا اجلاس ہوا اور اس میں اسرائیل کے قیام کا سات نکاتی اعلان آزادی منظور کیا گیا۔ یہ اعلان

پوری دنیا میں بسنے والے یہودیوں کو ایک قوم یا ملت سمجھتا ہے اور ان کی مقدس سرزمین میں واپسی کے حق کو تسلیم کرتا ہے، یہودی قوم کو تمام عالمی طاقتوں سے سیاسی اور معاشی آزادی اور خودمختاری کا اعلان کرتا ہے۔ اس اعلان میں جمہوریت نام کی چڑیا کا کوئی ذکر نہیں بلکہ کہا گیا ہے کہ ہم اُس آزادی، انصاف اور امن کے خواہاں ہیں جس کا طریقہ ہمارے پیغمبروں نے ہمیں سکھایا۔ اس اعلان آزادی کے بعد اسرائیلی پارلیمنٹ میں دو فقرے بار بار گونجے: ایک توراتی جمہوریت (Torah Democracy) اور دوسرا ''ہمارا آئین تورات ہے'' اسی لیے جب پہلی آئین ساز اسمبلی میں آئین بنانے کے لیے بحث کا آغاز ہوا تو ایک متفقہ شور اُٹھا کہ ہم کوئی ایسی کتاب، دستور یا آئین نہیں بنا سکتے جو حیثیت میں بلکہ تھوڑی سی بھی حیثیت میں ہماری مقدس کتابوں تالمود (Talmud) تناخ (Tanakh) اور شلخان آرخ (Shulkan Arakh) سے بالاتر تصور کی جائے۔ ہماری مقدس کتابیں بالاتر ہیں اس لیے ہم کوئی ایسی کتاب، جسے آئین کہتے ہیں، تحریر نہیں کریں گے۔ اور آج ۶۶ سال گزرنے کے باوجود اسرائیل نے ایک آئین مرتب نہیں کیا۔ البتہ اپنے اداروں کو چلانے کے لیے قوانین ضرور بنائے جنھیں وہ Basic Laws کہتے ہیں اور میرے وہ دوست، جن کی عقل موجودہ سیکولر جمہوریت کی حدود سے باہر نہیں دیکھ پاتی، ان قوانین کو آئین کا متبادل ہی نہیں بلکہ آئین کہتے ہیں، حالانکہ یہ تابع قانون سازی (Subordinate legislation) ہے جب کہ ان تمام قوانین کی منظوری کے طریق کار کا عالم یہ ہے کہ اسرائیل کی اسمبلی میں قانون پاس کرنے کے لیے کورم کی کوئی شرط نہیں ہے۔ حد ہے کہ ان کا سب سے اہم قانون Human Dignity and freedom (انسانی وقار اور آزادی) 1992ء میں اسمبلی میں موجود ایک مختصر سی اقلیت نے پاس کیا۔

دنیا بھر کی جمہوریت پسند اور سیکولر جمہوری ریاستوں کو دھوکا دینے کے لیے مئی ۲۰۰۳ء میں اسرائیلی پارلیمنٹ کی قانون اور انصاف کمیٹی نے، جس کی صدارت مائیکل ایٹان (Micheitan Eitan) کر رہا تھا، ایک پروجیکٹ کا آغاز کیا جو آئین بنائے گا اور یہ آئین اسمبلی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ گیارہ سال گزرنے کے بعد اس کمیٹی کا مرتب کردہ کوئی مسودہ اسرائیل کی پارلیمنٹ میں پیش نہیں ہو سکا۔

وہ بنیادی قوانین، جنھیں یہ لوگ آئین تصور کر بیٹھے ہیں، اساسی نوعیت کے نہیں بلکہ کارروائی یعنی Procedure کے قوانین ہیں۔ پہلا بنیادی قانون آزادی کے دس سال بعد ۱۹۵۸ء میں مرتب کیے گئے اسمبلی کے رولز ہیں، دوسرا ۱۹۶۰ء میں اسرائیلی قوانین اور زمین کے بارے میں، تیسرا ۱۹۶۴ء میں صدر کے عہدے کے متعلق، چوتھا ۱۹۶۸ء میں حکومت، پانچواں ۱۹۷۵ء میں معیشت، چھٹا ۱۹۷۹ء میں فوج کے متعلق اور ساتواں ۱۹۸۰ء میں یہ بنیادی قانون پاس ہوا کہ یروشلم اسرائیل کا دارالحکومت ہوگا۔

ان تمام قوانین کا تعلق روزمرہ کے معمولات سے ہے۔ ایسے قوانین عموماً اسمبلیاں منظور کرتی رہتی ہیں جنھیں آئین کا نعم البدل نہیں کہا جا سکتا۔ ان کی پارلیمنٹ میں کوئی عالمی معاہدہ پیش نہیں ہوتا، کہیں ریفرنڈم یا دوتہائی اکثریت کا کوئی تصور نہیں، اس لیے کہ اسرائیل نے اپنے قیام سے لے کر آج تک یہ سوچا تک نہیں کہ ان کی مقدس کتابوں میں دیے گئے اُصول کسی اسمبلی میں زیرِ بحث لائے جا سکتے ہیں۔

یہاں اسرائیل کی مثال اس لیے پیش کی ہے کہ یہ ریاست پوری مغربی دنیا نے مذہب، ایک یہودی ملت اور ایک قوم کے طور پر زبردستی دنیا میں پھیلے ہوئے یہودیوں کو ایک خطہ زمین دے کر بنائی جب کہ پاکستان کا تو معاملہ اس سے بالاتر ہے۔ ہمارے آباء واجداد نے اپنے پنجابی، سندھی، پشتون اور بلوچ ہونے سے انکار کیا اور مسلمان ہونے کی بنیاد پر اپنے نسلی بھائیوں سے علیحدگی کا اعلان کر کے مذہب کے نام پر ملک یا ریاست تخلیق کی۔

مثالیں بہت ہیں کہ برطانیہ اور آئرلینڈ کی روایات بہت مستحکم ہیں

اور انھیں کسی تحریری آئین کی ضرورت نہیں ہے، کس قدر شرم کی بات ہے کہ برطانیہ اپنی روایات کا احترام اس قدر کرتا ہے کہ وہ اس سے بالا تر کسی آئین کی مقدس کتاب تحریر کرنے کا تصور نہیں کرتا، اسرائیل یہودیت کی کتب کو اساسی قانون کے طور پر لیتا ہے، لیکن یہ لوگ اسلام کو صرف ایک سو سال سے عالمی دستوری پابندی کے پیمانے میں کھینچ کر لانا چاہتے ہیں۔

آئین کو کس قدر محنت سے مقدس بنایا جاتا ہے؟ غور کریں، دنیا کے تمام آئینوں کی تشریحات پر ہزاروں کتابیں ایسے لکھی گئی ہیں جیسے قرآن کی تفاسیر ہوتی ہیں۔ آئین کی شقوں کو سمجھنے کے لیے باقاعدہ ایک سائنس بنائی گئی جسے آئینی قانون (Constitutional Law) کہتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے ہمارے ہاں فقہ ہوتی ہے۔ آئین کی تعلیم کو دنیا بھر میں عام کیا گیا اور عالمی سطح کے آئینی ماہرین کی ایک فوج ظفر موج تیار کی گئی۔ دنیا کا کون سا آئین ہے جس کی ایک سے زیادہ تشریحات اور تفسیریں نہ ہوں، ان پر اختلاف نہ ہو، لیکن سب کے سب نافذ ہیں۔ کوئی سوال نہیں کرتا کہ کون سی تشریح نافذ کریں، لیکن جیسے ہی قرآن وسنت کی بات آتی ہے تو کوئی ان کے آئینی ماہرین کا تذکرہ نہیں کرتا جنھیں مفسرین کہتے ہیں، نہ اس کو سمجھنے کی سائنس کی بات ہوتی ہے جسے فقہ کہتے ہیں اور نہ ہی اس کو اساسی آئین بنا لینے کی بات کی جاتی ہے۔ ہمیشہ اختلافِ اُمت کا بہانہ گھڑا جاتا ہے اور اس مملکتِ خداداد پاکستان میں یہ سب کہا جاتا ہے جس کے تمام فرقوں (شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث و دیگر) نے مل کر ۲۲ نکات اربابِ اقتدار کے سامنے پیش کیے تھے کہ ان کو نافذ کر دو، ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ کیا آج تک ان ۲۲ نکات کے مطابق عمل درآمد ہوا؟ کیسے ہو سکتا ہے! ہم غیر مہذب، فرسودہ اور دقیانوس کیسے کہلا سکتے ہیں۔ ہمیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق زندہ رہنا ہے اور کسی قوم کے زندہ رہنے کے لیے امن، انصاف، عزت و وقار، رزق، خوش حالی، مساوات اور بنیادی سہولیات نہیں بلکہ ''مقدس ترین'' کتاب ''آئین'' ضروری ہے۔ ایک ایسی دستاویز جسے کارپوریٹ سرمائے، قبائلی تعصب، علاقائی غنڈہ گردی اور حکومتی سرپرستی میں منتخب ہونے والے اراکین اسمبلی جب اور جس وقت چاہیں بدل دیں یا کوئی آمرا سے معطل کر دے۔ یہ ہے اس مقدس کتاب کی اساس......!!! (بہ شکریہ روزنامہ ''دنیا'' لاہور)

بقیہ: مولانا حفیظ الرحمن

مسجد سے اُنس تھا ہوئے مسجد میں دفن وہ
مومن کی ذات اول و آخر ہے محتشم

(نظیرؔ لدھیانوی)

قطعات تاریخ رحلت:

۱: قطعہ تاریخ رحلت از مسعود حسن شہاب دہلوی (مدیر ''الزبیر'' بہاول پور) ؎

حفیظ بہاول پوری چل بسے
ستم ہو گیا یہ غضب ہو گیا
کرو دِل میں پیوست غم کی چھری
(۲۱۸)
غروب آفتاب ادب ہو گیا

(۱۹۵۹ء=۲۱۸+۱۷۴۱)(۱۷۴۱)

۲: قطعہ تاریخ رحلت از برادرم نصرت نوشاہی (شرق پور) ؎

گفت تاریخ رحلتش نصرت
بہر عالم بسوز و دردِ شدید
مصرعے یاد کن بحذف الف
(۱-)
اینکہ ''جانِ حفیظ خلد رسید''

(۱۹۵۹ء=۱-۱۹۶۰)(۱۹۶۰)

مآخذ:

① ......ضمیمہ ہفت روزہ ''العزیز'' بہاول پور۔ ۴ دسمبر ۱۹۵۹ء
② ......ماہنامہ ''العزیز'' بہاول پور (فائل ۱۹۴۱ء)
③ ......ذکرِ کرام۔ مصنفہ مولانا محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ مرحوم
④ ......دیوانِ فرید۔ مرتبہ ومترجمہ: مولانا محمد عزیز الرحمٰن عزیز
⑤ ......مکاتیب حفیظ بنام راقم (غیر مطبوعہ)

(ماہ نامہ ''حق نما'' لاہور۔ جنوری ۱۹۹۴ء)

فهرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۸۹۳ مرتضیٰ حسن چاند پوری۔
م ل احتساب قادیانیت جلد (۱۰) ص: ۴-۵۷۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ، ملتان۔
۱۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری۔ صحیفۃ الحق الملقب بمباہلتہ الحق۔
۲۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔تحقیق الکفر والایمان۔
۳۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔فتح قادیان کا مکمل نقشہ جنگ۔
۴۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری ۔مرزائیوں کی تمام جماعتوں کو چیلنج۔
۵۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔مرزائیت کا خاتمہ۔
۶۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری ۔مرزائیت کا جنازہ بے گوروکفن۔
۷۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری ۔ہندوستان کے تمام مرزائیوں کو چیلنج۔
۸۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔مرزا اور مرزائیوں کو دربار نبوت سے چیلنج۔
۹۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔زلزلۃ الساعۃ، قادیان میں قیامت خیز بھونچال۔
۱۰۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔اول السبعین علی الواحد من الثلاثین۔
۱۱۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری۔سبعین کا ثانی نمبر۔
۱۲۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری۔دفع الحجاج عن طریق المعراج۔
۱۳۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔اشد العذاب علی مسیلمۃ الفنجاب، یعنی دین مرزا کفر خالص ہے۔
۱۴۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔حلیۃ اہل النار۔
۱۵۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری ۔الابطال الاستدلال الدجال......(۱)
۱۶۔ مرتضیٰ حسن چاند پوری ۔الابطال الاستدلال الدجال......(۲)
۱۷۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔دفع المکائدعن حدیث اتخذ واقبور انبیائہم مساجد۔
۱۸۔مرتضیٰ حسن چاند پوری۔البیان الاتقن۔
۱۹۔غلام دستگیر قصوری۔ رجم الشیاطین بر اغلوطات البراہین۔
۲۰۔غلام دستگیر قصوری۔فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی۔

علوم اسلامیہ کی عظیم دانشگاہ

جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں

تربیتی و اصلاحی

فضلاء جامعہ و فیض یافتگان کا

عظیم الشان

کنونشن

بتاریخ

30 مارچ 2014

بروز اتوار ان شاء اللہ

10:00 بجے صبح

صدارت

حضرت علامہ پروفیسر

ساجد میر صاحب

سرپرست اعلیٰ جامعہ سلفیہ فیصل آباد

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

مہمانان خصوصی

جناب ڈاکٹر

حافظ عبدالکریم صاحب

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

ایم این اے

خصوصی آمد

خانوادہ غزنویہ کے چشم و چراغ

عظیم سکالر

جناب

سید محمد جنید غزنوی صاحب

حفظہ اللہ تعالیٰ

لاہور

جناب مولانا

حافظ اسد محمود صاحب

حفظہ اللہ تعالیٰ

گوجرانوالہ

الداعی الی الخیر

حاجی بشیر احمد رئیس الجامعہ و اراکین جامعہ سلفیہ ٹرسٹ فیصل آباد

0300-6600874
0321-9653243
041-8780274
041-8780374

خطباتِ مدینہ منورہ 1422ھ

خطباتِ جمعہ اور دروسِ مساجد کے لیے راہنما کتاب
سال بھر کی ترتیب کے ساتھ

خطباتِ حرمین (جلد دوم)

أصحاب الفضيلة
فضيلة الشيخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمن الحذيفی
فضيلة الشيخ ڈاکٹر حسين بن عبد العزيز آل شيخ
فضيلة الشيخ صلاح بن محمد البدير
فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد الباری الثبيتي
فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم

ترجمہ و تفہیم: فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ
تحقیق و تخریج: حافظ شاہد محمود، فاضل مدینہ یونیورسٹی

- مجلد
- صفحات 640
- آفسٹ کاغذ
- قیمت Rs: 850

قرآنِ مجید میں احکامات و ممنوعات

ترتیب و تدوین: اُمِ عبدالمتین عظمت فاطمہ
تقدیم، تہذیب، و اضافہ: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

- مجلد
- صفحات 496
- قیمت Rs: 500

ملنے کا پتا

مکتبہ بیت السلام اردو بازار لاہور 0321-9350001 کتاب سرائے اردو بازار لاہور: 0321-4163595
مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور: 0300-8661763 مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور 0423-7351124
مکتبہ سلفیہ اردو بازار لاہور 0423-7361505 فضلی بک سنٹر کراچی 021-2629724 مکتبہ قرآن و حدیث کراچی 0323-3347611
والی کتاب گھر گوجرانوالہ 055-4441613 مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ: 0321-7475072 دار الکتب گوجرانوالہ 0322-4074195

ام القریٰ پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ فون: 0321-6466422 / 055-3823990
hasanshahid85@hotmail.com

ہماری دیگر مطبوعات

خطباتِ حرمین (جلد اول)
خطباتِ جمعہ اور دروسِ مساجد کے لیے راہنما کتاب
ترجمہ و تفہیم: فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ
تحقیق و تخریج: حافظ شاہد محمود، فاضل مدینہ یونیورسٹی
مجلد • صفحات 556 • قیمت Rs: 750

سوانح امام العصر سماحۃ الشیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ
تالیف: فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ
مجلد • صفحات 224 • قیمت Rs: 250

عظمتِ قرآن
تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
مجلد • صفحات 192 • قیمت Rs: 250

جادو کا آسان علاج جو آپ خود بھی کر سکتے ہیں
تالیف: فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ
تحقیق و تخریج: حافظ شاہد محمود، فاضل مدینہ یونیورسٹی

حقوقِ مصطفیٰ ﷺ اور توہینِ رسالت کی شرعی سزا
تالیف: فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ
مجلد • قیمت Rs: 400 • صفحات 352

سوئے حرم
حج و عمرہ اور زیارتِ حرمین کے احکام و مسائل
تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
تحقیق و تخریج: فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرؤف حفظہ اللہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی
مجلد • صفحات 416 • آفسٹ کاغذ • قیمت Rs: 500

عیدین و قربانی
• فضیلت و اہمیت • احکام و مسائل
تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
تحقیق و تخریج: فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرؤف حفظہ اللہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی
مجلد • صفحات 226 • قیمت Rs: 300

گلدستہ دروسِ خواتین
تالیف: محترمہ اُم عدنان بشریٰ قمر حفظہا اللہ
تنقیح و مراجعہ: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
2 مجلد • قیمت Rs: 1400

مجموعہ رسائلِ عقیدہ
تالیف: نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۸۳۲ء — ۱۸۹۰ء)
تسہیل و تخریج: حافظ عبداللہ سلیم، حافظ شاہد محمود
عمدہ طباعت • 3 مجلد • قیمت Rs: 2100

مجموعہ مقالات و فتاویٰ (سلسلہ فتاویٰ علمائے اہل حدیث 1)
علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ
ترتیب و تعلیق: فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی
تخریج: حافظ شاہد محمود، فاضل مدینہ یونیورسٹی
مجلد • صفحات 712 • قیمت Rs: 800